اولیائے خدا کی عظمتیں

تالیف
حجۃ الاسلام
یعقوب جعفری

ترجمہ
نثار احمد زینپوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولیائے خدا

کی

عظمتیں

حجۃ الاسلام یعقوب جعفری

ترجمہ

نثار احمد زینپوری

نام کتاب : ____________ اولیائے خدا کی عظمتیں

تألیف : ____________ حجۃ الاسلام یعقوب جعفری

ترجمہ : ____________ نثار احمد زینپوری

خطاطی : ____________ قلبی حسین رضوی کشمیری

ناشر : ____________ انصاریان پبلیکیشنز، قم

تعداد : ____________ ۳۰۰۰

تاریخ طبع : ____________ شعبان المعظم سنہ ۱۴۱۵ھ

پریس : ____________ بہمن

فہرست

- مقدمۂ شعبۂ تربیت و تحقیقات ــــــــــــــ ۷
- مقدمۂ مؤلف ــــــــــــــ ۹
- اولیائے خدا کون ؟ ــــــــــــــ ۱۱
- اولیائے خدا سے توسل ــــــــــــــ ۲۱
- اولیائے خدا کے آثار کو بابرکت سمجھنا ــــــــــــــ ۳۹
- اولیائے خدا کے مزاروں کی زیارت ــــــــــــــ ۵۱
- اولیاء اللہ کی قبور کی تعمیر ــــــــــــــ ۶۹

● اولیاء اللہ پر گریہ کرنا اور ان کا مرثیہ پڑھنا ۸۳
● اولیاء اللہ سے شفاعت طلب کرنا ۹۵
● اولیاء اللہ سے مدد مانگنا ۱۰۵
● اولیاء اللہ کا میلاد و مجالس ۱۲۱
● اولیاء اللہ کی کرامات ۱۲۷
● منابع و مصادر ۱۳۹

مقدمہ

(شعبۂ تعلیم و تحقیقات)

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

"حج کے معنوی مراتب، جاودانہ حیات کا سرمایہ ہیں اور انسان کو توحید و پاکیزگی کے افق سے نزدیک کرتے ہیں، یہ حاصل نہ ہوں گے مگر جب حج کے تمام عبادی احکام پر صحیح و شائستہ طریقوں سے من و عن عمل کیا جائے گا۔"

(حضرت امام خمینی قدس سرہ)

حج موحد انسان کی تمام چیزوں سے نجات کی پرشکوہ نمائش اور سرکش نفس سے جہاد کا میدان، اپنی فردی و اجتماعی ذمہ داریوں، عشق و ایثار اور آگہی کی بے نظیر جلوہ گاہ ہے۔ مختصر یہ کہ حج مکتب اسلام کے تمام حقائق و اقدار کا معیار ہے۔

مومنین اگرچہ خدا کی اس عبادت سے عرصہ دراز سے واقف ہیں اور ہر سال دنیا کے گوشے گوشے سے، ہمہمہ کے ساتھ حج کے لئے آتے ہیں اور دل کے زنگ کو توحید کے صاف زمزم سے دور کرتے ہیں اور اپنے محبوب کے حضور تجدید کرتے عہد کرتے ہیں، اگرچہ ہمارا ادب و ثقافت حج کے حیات بخش تعلیمات سے بھرا پڑا ہے لیکن ابھی تک اس اہم فریضہ کے بہت سے پہلو ناشناختہ اور مہجور ہیں۔

امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کے تابناک افکار کے پرتو میں اسلامی انقلاب کامیاب ہوا اس نے اسلام کے احکام و معارف کی طرح حج کو بھی اس کا حقیقی مقام دیا اور اس کے حقیقی چہرے اور محتویٰ کو آشکار کیا۔ لیکن ابھی حج کا فلسفہ اور اس کے ابعاد و فوائد اور برکات کو پہچوانے کے لئے، کہ ایک حج ادا کرنے والا مومن اپنے دینی شعور و آگہی کے ساتھ ان عظیم مواقف و مشاعر، کہ جو اللہ کے ملائکہ کے نازل ہونے کی جگہ اور انبیاء و اولیاء اللہ کی قیام گاہ ہے، سے عہدہ برآ ہو، بہت پیچھے ہے۔

اس مقصد کی تکمیل کے لئے رہبر انقلاب کے بعثہ (دفتر نمائندگی) نے حج ابراھیمی کے زندہ کرنے والے امام خمینیؒ کے محکم و استوار افکار سے الہام لیا۔ اور رہبر انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای ــ مدظلہ العالی ــ کی ہدایت سے استفادہ کرتے ہوئے مرکز تعلیم و تحقیقات کوشش کر رہا ہے کہ ثقافت حج سے دلچسپی رکھنے والوں، مسلم مفکروں، حاجیوں اور حرمین کے زائروں کے لئے ایک نیا باب قائم کرے۔ اس لئے ادارہ نے حج سے متعلق مختلف معارف و حقائق اور اماکن مقدسہ اور عالم اسلام کی عظیم شخصیتوں کی سرگذشت کی تحقیق و تألیف اور ترجمہ خصوصاً حج کے آداب و مسائل کی تعلیم کے لئے کوشش شروع کر دی ہے۔

یہ کتاب، جو کہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے، اس دفتر کا ایک برگ سفر ہے۔

یقیناً مفکرین کے تعاون و راہنمائی سے تحقیق کا دامن وسیع ہوگا اور اس سلسلے میں بعثہ ــ دفتر نمائندگی ــ رہبر انقلاب دلچسپی لینے والوں کی خدمات و تعاون کا استقبال کرتا ہے اور ان کا تہ دل سے شکر گزار ہے۔

ومن اللہ التوفیق وعلیہ التکلان

ادارہ تحقیقات بعثہ رہبر انقلاب اسلامی

مقدّمہ

(مؤلف)

اولیاء اللہ کی معرفت و محبت میں بہت سے تعمیری آثار ہیں۔ اس معرفت سے جو برکتیں حاصل ہوتی ہیں وہ ہر حق جو انسان کے دل کو خیر سے نوازتی ہیں اور اسے ہر قدم پر ایمان و تقوے کی دعوت دیتی ہیں۔

اولیاء اللہ کی یاد منانا اور انکی نیک و شائستہ بندوں سے عقیدت و محبت کا اظہار کرنا درحقیقت انسان کے وجود میں معنوی اقدار اور توحیدی افکار کو اہمیت دینے اور ایمان و تقوے کے فروغ کا باعث ہے۔

بہترین نتیجہ کے حصول کے لئے لازم ہے کہ انسان اولیاء اللہ اور ان محترم ہستیوں سے رشتہ مضبوط کرے جن کا خدا کی بارگاہ میں اہم مقام ہے اور ان کا اتباع کرے ان کے نقش قدم پر چلے۔ ایسے رشتے اور ارتباط ہی انسان کو ان اقدار و تعلیمات کی یاد دلاتے ہیں جن کے یہ خدا کے نیک بندے منادی رہے ہیں۔

خدا کے صالح بندوں سے ارتباط پیدا کرنے اور ان سے محکم رشتہ استوار کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ہر چیز سے زیادہ ان کی محبت کو دل میں جگہ دے، ان کی محبت میں جئے اور ان کی محبت میں مر جائے۔ یہ وہ محبت ہے جس کا خدا نے اپنے مومن بندوں سے وعدہ کیا ہے: ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمن ودا[1]

[1] مریم/۹۶

اور محبت چونکہ قلبی اور باطنی امر ہے اور ظاہر میں اس کی کوئی علامت و نشانی نہیں لہٰذا، اس کے اظہار و اعلان کے لئے عقلا کے درمیان مخصوص طریقے مرسوم ہیں اور منقول ہیں مگر یہ کہ شریعت نے کسی فعل سے منع کیا ہو، چنانچہ اولیاء اللہ کو متبرک جاننا ان سے توسل کرنا، شفع چاہنا، مدد مانگنا اور قبروں کی زیارت کرنا وغیرہ ان سے قلبی محبت اور عقیدت کے نمونے ہیں۔

ہم نے اس کتاب میں قرآن و حدیث سے استفادہ کیا ہے اور اولیاء اللہ کے احترام اور ان کی یاد منانے کو کلام خدا، حدیث رسول اور سیرت صحابہ و تابعین سے ثابت کیا ہے اور اس کے جواز پر دلیلیں قائم کی ہیں، اور اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ایسے کاموں کا مقصد خدا کے محبوب بندوں سے صرف محبت و عقیدت کا اظہار ہے ہمیں یقین ہے کہ جو مسلمان بھی کھلے دل اور شبہات سے الگ ہو کر اور کتاب خدا اور سنّت رسول کا مطالعہ کرے گا۔ وہ بخوبی اس حقیقت کا ادراک کرے گا کہ اس چھوٹے سے گروہ کی باتیں کتنی لچر، بے دلیل اور کتاب خدا و سنّت رسول اور سیرت سلف صالح کے منافی ہیں جو اولیاء اللہ کی یاد منانے کو شرک قرار دیتا ہے۔

امید ہے کہ اس کتاب سے ان مسلمان بھائیوں کے قلوب منور ہو جائیں گے جو کہ ایک شدت پسند اور اپنے دینی بھائیوں کو مشرک قرار دینے والی جماعت کی باتوں میں آگئے ہیں، ہماری آرزو ہے کہ ان پر حقیقت واضح ہو جائے اور وہ جان لیں کہ اولیاء اللہ کی تعظیم و تکریم کرنا ہدایت یافتہ لوگوں کے نقش قدم پر چلنا ہے اور انکی اقتداء باعث نجات ہے اولئک الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ[1]

یعقوب جعفری

---

[1] انعام/۹۰

نصف امت کے بے حساب جنت میں داخل ہونے کو اختیار کروں ہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسولؐ آپؐ نے کس کو قبول فرمایا؟ ارشاد فرمایا: سب کی شفاعت کو اختیار کیا ہے۔ ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل کر لیجئے جن کی آپ شفاعت کریں گے۔ آپ نے فرمایا: میری شفاعت ہر مسلمان کو شامل ہو گی۔

٢- عن انس قال:

"سألت النبی (ص)، ان یشفع لی یوم القیامة فقال: انا فاعل قلت: فاین اطلبك؟ قال: اطلبنی اول ما تطلبنی علی الصراط

(سنن ترمذی، ج ۴، ص ٦٢١)

انس کہتے ہیں کہ: میں نے پیغمبر اکرمؐ سے درخواست کی کہ روز قیامت میری شفاعت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: میں تمہاری شفاعت کرونگا میں نے عرض کی ہم آپ کو کہاں تلاش کریں گے؟ فرمایا: صراط پر۔

٣- عن ابی موسی فی حدیث طویل قال: قال رسول اللہ (ص):

"اتانی جبریل علیہ السلام ۔ آنفاً فخیرنی بین: الشفاعة وبین ان یغفر لنصف امتی، فاخترت الشفاعة ۔ فنهض القوم الیه فقالوا: یارسول اللہ اشفع لنا۔ قال شفاعتی لکم"

(مجمع الزوائد ج ١٠، ص ٣٦٩)

ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم نے فرمایا: جبریل خدا کی طرف سے نازل ہوئے اور مجھ سے کہا: آپ یا تو اپنی نصف امت کو بے حساب جنت میں داخل ہونے کو اختیار فرمائیں یا شفاعت اختیار فرمائیں، میں نے شفاعت کو اختیار کیا ہے، لوگ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ہماری بھی شفاعت فرما دیجئے، آپؐ نے فرمایا: میری شفاعت تمہیں نصیب ہوگی۔

۴۔ عن معاذ بن جبل و ابی موسیٰ عن رسول اللہ (ص): قال:

"اتانی آت فی منامی فخیرنی بین: ان یدخل نصف امتی الجنۃ، او شفاعۃ، فاخترت لھم الشفاعۃ فقلنا: انا نسألک بحق الاسلام وبحق الصحبۃ لما ادخلتنا فی شفاعتک"

(مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۳۶۸)

معاذ بن جبل اور موسیٰ نے پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: نیند کے عالم میں ایک قاصد آیا اور مجھے یہ اختیار دیا کہ میں یا تو اپنی نصف امت کو بہشت میں داخل ہونے کو قبول کرلوں یا ان کے لئے شفاعت اختیار کروں ہم نے عرض کیا ہم آپؐ سے اسلام اور مصاحبت کا واسطہ دیکر شفاعت طلب کرتے ہیں۔

۵۔ عن انس بن مالک قال:

دخل رجل من دوس يقال له سواد بن قارب علی النبی (ص) و انشد شعراً و فی آخره :

فکن لی شفیعًا یوم لاذو شفاعة　　سواك بمغن عن سواد بن قارب

(الاصابه فی تمییز الصحابه، ج ۲، ص ۹۵)

انس بن مالک کہتے ہیں : قبیلہ دوس سے سواد بن قارب رسول خدا کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور چند اشعار پڑھے ان میں سے آخری یہ تھا : آپ اس روز میری شفاعت فرمائیں جس دن سواد بن قارب کو کوئی شفاعت کرنے والا بے نیاز نہیں کرے گا ۔

۶- عن ابی هریرة فی حدیث طویل عن النبی (ص)

یذکر یوم القیامه الی ان قال : فیأتون محمداً (ص) فیقولون : یا محمد انت رسول الله وخاتم الانبیا وقد غفر الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر، اشفع لنا الی ربك الاتری الی ما نحن فیه . فانطلق فآتی تحت العرش فأقع ساجداً لربی ... ثم یقال : یا محمد ارفع رأسك سل تعطه واشفع تشفع ،،

(صحیح بخاری، ج ۶، ص ۱۵۸)

ابو ہریرہ نے ایک طویل حدیث میں پیغمبرؐ سے قیامت کے حالات نقل کئے ہیں چنانچہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا : پس لوگ محمدؐ کے پاس

آئیں گے اور کہیں گے: اے محمد! آپ اللہ کے رسولؐ اور خاتم الانبیاء ہیں اور خدا نے آپؐ کو سرفراز کیا ہے اپنے خدا سے ہماری شفاعت کر دیجئے کیا آپؐ ہماری حالت نہیں دیکھ رہے ہیں؟ میں وہاں سے عرش کے نیچے آؤنگا اور خدا کی بارگاہ میں سجدہ میں سر رکھونگا... اس کے بعد کہا جائے گا۔ اے محمدؐ! سجدہ سے سر اٹھایئے۔ سوال کیجئے کہ پورا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے کہ آپؐ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

۷۔ زیاد بن ابی زیاد عن خادم للنبی (ص)، قال:

کان النبی مما یقول للخادم ألك حاجة؟ قال: حتی کان ذات یوم فقال یا رسول الله حاجتی۔ قال: وما حاجتك؟ قال: حاجتی ان تشفع لی یوم القیامة"

(مسند احمد بن حنبل، ج ۴، ص ۵۰۰)

زیاد رسول خدا کے ایک خادم سے نقل کرتے ہیں کہ: جو باتیں رسولؐ اپنے خادم سے کہتے تھے وہ یہ ہیں، کہا: کوئی حاجت ہے؟ ایک روز خادم نے رسول اللہ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری ایک حاجت ہے: فرمایا: کیا حاجت ہے؟ اس نے عرض کی کہ میری حاجت یہ ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت کر دیجئے گا۔

یہ تھے ان احادیث کے نمونے کہ جن میں خود رسول خدا سے شفاعت کی درخواست کی گئی ہے اور پیغمبر نے ایسی درخواست سے لوگوں کو منع نہیں فرمایا۔

یہ بھی نہیں فرمایا کہ میری شفاعت خدا سے طلب کرو۔ اس بنا پر پیغمبرؐ سے شفاعت کی درخواست کرنا ایک ایسا مشروع و مستحسن فعل ہے جو کہ احادیث میں بیان ہوا ہے اور اصحاب ہمیشہ رسول خدا سے شفاعت کا تقاضا کرتے تھے۔ اگر اس امر میں ذرا سا بھی شرک کا شائبہ ہوتا تو پیغمبرؐ اپنے اصحاب کو ضرور اس سے منع فرماتے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ نے نہ صرف یہ کہ اصحاب کو اس سے منع نہیں کیا بلکہ ان کی شفاعت کی درخواست کے جواب میں ان سے شفاعت کا وعدہ بھی فرمایا۔

یہاں اس بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ پیغمبرؐ سے شفاعت کرنے میں حیات و موت کو دخل نہیں ہے۔ ہم صحیح احادیث کے مطابق یہ بات اپنی جگہ نقل کر چکے ہیں کہ رسول خدا وفات کے بعد بھی اپنی امت کے اعمال کو دیکھتے ہیں اور ان کی باتیں آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں اور اسی بنا پر مسلمانوں کی یہ سیرت رہی ہے کہ وہ پیغمبرؐ خدا کی زیارت کے وقت آپ سے شفاعت کی درخواست کرتے ہیں اور جو زیارات نامہ مختلف مذاہب کے علما کی کتابوں میں نقل ہوا ہے وہ شفاعت خواہی پر مشتمل ہے۔

۸

اولیاء اللہ سے مدد مانگنا

خدا سے دعا مانگنے اور حاجت طلب کرنے سے بندوں پر رحمتِ خدا کے دروازے کھلتے ہیں اور اس سے خدا اپنے بندوں کی مشکلات و مصائب کو رفع کرتا ہے اور ان کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور انہیں اپنے لطف سے سرشار کرتا ہے۔ اسی لئے تمام انبیاء، اوصیا اور اولیاء اللہ ہمیشہ اپنے دنیوی اور اخروی امور میں خدا کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کرتے تھے اور اس سے اپنی حاجت طلب کرتے تھے۔

البتہ خدا کی بارگاہ میں دعا کے مقبول ہونے کے لئے کچھ شرائط و ضوابط ہیں دعا کے مستجاب ہونے کے لئے آداب و سنن کی رعایت کرنا چاہیئے اور جیسا کہ احادیث کی کتابوں میں نقل ہوا ہے دعا کے مستجاب ہونے میں زمان و مکان اور حالات کا بہت بڑا دخل ہے، مثلاً جمعہ کے دن اور روبہ قبلہ دعا کرنا یا حجر اسمٰعیل میں اور باطہارت دعا کرنا۔ اسی طرح ایک عمل خیر کے بعد دعا کرنے میں مقبولیت کا زیادہ احتمال ہوتا ہے

دعا کی اجابت کے سلسلے میں یہ چیز بہت موثر ہے کہ انسان انبیاء، اولیاء اللہ اور خدا کے مقرب بندوں سے دعا کرنے کی درخواست کرے اور ان سے گزارش کرے کہ خدا سے اس کی حاجت روائی کی دعا فرمائیں، ایسی صورتوں میں دعا کے مقبول ہونے کا زیادہ امکان ہے۔

قرآن مجید ان لوگوں پر تنقید کرتا ہے جو کہ اپنے گناہوں کی طلبِ مغفرت کیلئے رسولؐ خدا کی خدمت میں نہیں جاتے کہ آپ ان کے گناہوں کی بخشش کی دعا کرتے:

"واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لوّوا رؤسھم ورأیتھم تصدون وھم مستکبرون۔"

(منافقون / ۵)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ تاکہ رسولؐ تمہارے حق میں استغفار کریں تو سر پھیرا لیتے ہیں اور تم دیکھو گے کہ وہ تکبّر کی بنا پر منھ موڑ لیتے ہیں۔

اور ان کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں جو رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آنحضرت ان کے لئے دعا کرتے ہیں، اور خدا سے ان کے گناہوں کی بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ اور ان کی مغفرت کا وعدہ فرماتے ہیں:

"ولو انھم ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توّاباً رحیماً"

(نساء / ۶۴)

اگر وہ اس وقت رسول کی خدمت میں آتے جب انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا اور خود بھی استغفار کرتے اور رسولؐ ان کے لئے طلب مغفرت کرتے تو وہ خدا کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے

ہم دیکھتے ہیں کہ رسولؐ کے اصحاب اپنے دنیوی و اخروی امور میں حاجت طلبی کیلئے رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے گزارش کرتے کہ ہماری حاجت روائی کے لئے دعا فرما دیجئے، چنانچہ آنحضرتؐ ان کے تقاضے کو قبول فرماتے تھے اور ان کیلئے دعا فرماتے تھے۔ اب ہم اس کے چند نمونے آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں کہ اصحاب رسول خدا اور اولیاء اللہ سے دعا کراتے تھے۔

۱۔ عن أنس قال:

"قالت ام سلیم امی: یا رسول اللہ خادمك انس ادع اللہ لہ. قال: اللھم اکثر مالہ وولدہ و بارک فیما اعطیتہ"

(صحیح بخاری، ج ۸، ص ۱۳۵)

انس کہتے ہیں کہ میری ماں ام سلیم نے رسول خدا سے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ! انس آپؐ کا خادم ہے۔ اس کے لئے دعا کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! اس کے مال و اولاد میں اضافہ فرما اور اس کی تمام چیزوں میں برکت عطا فرما۔

۲۔ عن انس قال: بینا النبی (ص)

يخطب يوم الجمعه فقام رجل

فقال :

"يا رسول الله ادع الله ان يسقينا فتغميت السماء ومُطرنا."

(صحیح بخاری، ج ۸، ص ۱۳۴)

انس کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلام جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا : اے اللہ کے رسولؐ خدا سے یہ دعا کیجئے کہ ہمیں سیراب کر دے۔ اسی وقت بادل چھا گیا اور بارش ہو گئی۔

۳۔ عن حسان بن شداد اَن امه وفدت الى النبى (ص) فقالت :
يا رسول الله انى وفدت اليك لتدعو لا بنى هذا وان تجعله كبيرا طيبا فتوضاُ من فضل وضوئه ومسح وجهه وقال : اللهم بارك ما فيه واجعله كبيراً طيباً۔

(کنز العمال، ج ۱۳، ص ۳۴۹)

حسان بن شداد کہتے ہیں میری والدہ رسول خدا کی خدمت میں شرف یاب ہوئیں اور عرض کی اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کی خدمت میں اس لئے کہ حاضر ہوئی ہوں کہ میرے اس بچے کے لئے دعا فرما دیجئے اس کی طہارت اور بڑائی کے لئے دعا کر دیجئے۔ پیغمبر نے وضو فرمایا اور بچہ کے منہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا : اے اللہ اس عورت کے بچہ کو پاکیزہ اور بڑا کر دے۔

۴۔ عن طلحہ بن عبید اللہ قال:

انطلق رجل ذات یوم فنزع ثیابہ وتمرغ فی الرمضاء ویقول لنفسہ: ذوقی نار جہنم أجیفۃ باللیل وبطالۃ بالنہار؟ قال: فبینا ھو کذلک اذ أبصر النبی ص، فی ظل شجرۃ فاتاہ فقال: غلبتنی نفسی فقال لہ النبی: اما لقد فتحت لک ابواب السماء ولقد باھی بک الملائکۃ ثم قال لأصحابہ: تزودوا من اخیکم. فجعل الرجل یقول: یا فلان ادع لی...''

(حیاۃ الصحابہ، ج ۳، ص ۳۳۶)

طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں: ایک روز ایک شخص آیا اور اس نے لباس اتار کر دھوپ میں اپنے بدن پر خاک ملنا شروع کر دی اور خود سے کہا: جہنم کا مزہ چکھ لے رات میں مردوں کی طرح اور دن میں بہادر بنتا ہے؟ کہتے ہیں وہ ایسے ہی کرتا رہا کہ پیغمبر ص تشریف لائے، اس نے کہا: میرا نفس مجھ پر غالب آگیا تھا۔ پیغمبر ص نے اس سے فرمایا: دیکھ آسمانوں کے دروازے تجھ پر کھل گئے ہیں اور فرشتے تجھ پر مباہات کر رہے ہیں اور اپنے اصحاب سے فرمایا: تم اپنے اس بھائی سے تحفہ لو، پس ایک ایک صحابی آیا اور کہا: اے فلاں! ہمارے لئے دعا کر دیجئے۔

۱

اولیائے خدا کون؟

جب حضرت آدم کو جنّت سے نکالا گیا اور انہوں نے اس کرۂ زمین پر قدم رکھا، مجبوراً دوری و مہجوری کو قبول کر لیا، تب بھی خدا نے انھیں ان کے حال پر نہیں چھوڑا بلکہ آدم کے بیٹوں تک اپنے پیغام، ان کے فرائض و احکام کے سلسلے میں کتابیں نازل کیں، رسولوں کو مبعوث کیا اور اس طرح انھیں اپنی عبادت و پرستش کی دعوت دی۔

اس دعوت کے سلسلے میں آدم کے بیٹے دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک جماعت نے خدا کی دعوت سے رخ موڑ لیا اور شیطان کے راستہ کو اختیار کر لیا اور دوسری جماعت نے اس دعوت کو دل و جان سے قبول کیا اور اپنی تخلیق کے مقصد جو کہ خدائے یکتا کی عبادت ہے، کو پہچان لیا اور خدا کے راستہ پر چل کھڑے ہوئے یہی خدا کے دوست ہیں کہ جنھیں خدا نے تاریکی سے نکال کر نور کی راہ پر لگا دیا ہے۔

جس طرح نور میں شدت و ضعف ہے اسی طرح خدا کی دوستی کے بھی مراتب

۵. عن عمر انہ قال لاویس :

"استغفرلی قال: کیف استغفرلك وانت صاحب رسول اللہ

قال : سمعت رسول اللہ یقول: ان خیر التابعین رجل

یقال لہ اویس"

(حیاۃ الصحابہ، ج ۳، ص ۲۳۷)

عمر سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے اویس سے کہا: میرے لئے استغفار کر دیجئے۔ اویس نے کہا: میں کیسے آپ کے لئے استغفار کروں جبکہ آپ پیغمبر کے صحابی ہیں؟ کہا: میں نے پیغمبر اکرمؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: تابعین میں بہترین وہ ہوگا جس کا نام اویس ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا یعنی ان سے دعا مانگنے کی درخواست کرنا ہے اور قرآن و حدیث کی رو سے مستحب ہے اور صحابہ کا عمل اس کی تائید کرتا ہے۔

جب ہم اپنی دنیوی و اخروی حاجتوں میں اولیاء اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور مشکلات میں انھیں پکارتے ہیں تو اس وقت ہم براہ راست ہرگز ان سے حاجت روائی کی درخواست نہیں کرتے ہیں بلکہ ان سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے خداوند عالم سے دعا فرمائیں اور ہماری حاجت روائی کرادیں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ ان کی دعا مستجاب ہونے سے اس لئے قریب ہے کہ وہ خدا کے مقرب و معزز بندے ہیں چنانچہ ہمارے حق میں ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور ہماری

حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں اور یہ ایک قسم کی کرامت ہے جو خدا نے اپنے مخصوص بندوں کو عطا کی ہے۔

جس طرح انبیاء اور اولیاء اللہ سے ان کی حیات میں مدد طلب کی جاتی ہے اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی ان سے مدد مانگنا صحیح اور جائز ہے کیونکہ اسلام کے مسلمات میں سے یہ بھی ہے کہ انبیاء، شہداء اور اولیاء اللہ کی ارواح عالم برزخ میں زندہ ہیں اور وہ دنیوی زندگی سے بہتر طور پر دنیا میں زندگی گزارنے والے افراد کے اعمال کو دیکھتے ہیں، ان کی باتیں سنتے ہیں اور ان کے پیغام موصول کرتے ہیں:

قرآن مجید راہ خدا میں جان دینے والوں کے بارے میں اس طرح بیان کرتا ہے:

"ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء
عند ربھم یرزقون فرحین بما آتیھم اللہ من فضلہ
ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم
الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون"

(آل عمران / ۱۷۰ - ۱۶۹)

راہ خدا میں قتل ہونے والوں کو ہرگز مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں رزق پا رہے ہیں، اور خدا کے فضل و کرم سے جو کچھ انھیں ملا ہے وہ اس سے خوش ہیں اور جو ابھی تک ان سے ملحق نہیں ہو سکے ہیں ان کے لئے یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ حزن۔

مرنے والے خصوصاً انبیاء اور اولیاء اللہ مرنے کے بعد بھی شعور وادراک کے مالک ہوتے ہیں اور زندہ لوگوں سے ان کا رابطہ منقطع نہیں ہوتا ہے اس سلسلے میں احادیث سے ثبوت پیش کئے جا سکتے ہیں۔ ان احادیث میں سے بعض میں مردوں کے شعور کے اثبات کے علاوہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہوا ہے کہ قبروں میں مدفون ان کے جسموں سے بھی ان کا رابطہ ہے۔

اس سلسلے میں چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہ (ص):

"اذا وضعت الجنازہ فاحتملها الرجال علی اعناقہم فان کانت صالحۃ قالت: قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت: یا ویلها این یذہبون بها۔ یسمع صوتها کل شیء الّا الانسان ولو سمعها الانسان لصعق۔"

(صحیح بخاری، ج ۲، ص ۲۰۷)

ابو سعید خدری نے پیغمبر کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب جنازے غسل و کفن کے بعد آمادہ ہو جاتے ہیں اور لوگ کندھوں پر اٹھا کر چلتے ہیں اس وقت اگر جنازہ کسی صالح انسان کا ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلد آگے بڑھاؤ اور اگر کسی غیر صالح انسان کا ہوتا ہے تو کہتا ہے: وائے ہو اس جنازہ پر: اسے کہاں لے جا رہے ہو؟ اس کی آوازوں کو انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اگر ان آوازوں کو انسان سن لے

تو بے ہوش ہو جائے۔

۲۔ عن انس عن النبی ص، قال:

"العبد اذا وضع فی قبرہ و تولی و ذھب اصحابہ حتی انہ لیسمع قرع نعالھم"

(صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۰)

"انس پیغمبر ص سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب کسی بندے کے جنازہ کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست دفن کر کے کچھ دور چلے جاتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی چاپ سنتا ہے۔"

۳۔ عن عمرو بن حزم قال رآنی رسول اللّٰہ (ص) متکئا علی قبر فقال:

"لا تؤذ صاحب ھذا القبر"

(نیل الاوطار، ج ۴، ص ۸۷)

عمرو بن حزم کہتے ہیں: پیغمبر اکرم نے مجھے ایک قبر سے ٹیک لگائے دیکھا تو فرمایا: اس قبر کے مردہ کو اذیت نہ پہنچاؤ۔

۴۔ عن عروۃ ان رجلاً وقع فی علیؑ بمحضر من عمر فقال عمر:

"تعرف صاحب ھذا القبر محمد بن عبد اللّٰہ بن عبد المطلب، و علی بن ابیطالب بن عبد المطلب۔ لا تذکر علیا الا بخیر فانک ان آذیتہ آذیت ھذا فی قبرہ"

(کنز العمال، ج ۱۳، ص ۱۲۳)

عروہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عمر کے سامنے علیؑ کی غیبت کی تو عمر نے کہا: جانتے ہو یہ کس کی قبر ہے؟ یہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر ہے۔ علی کو صرف نیکی سے یاد کرو اگر انھیں اذیت دو گے تو گویا صاحب قبر کو اذیت دو گے۔"

۵۔ عن عبد اللہ بن عمران رسول اللہ (ص) ذکر فتّان القبر فقال عمر:

"أ تردّ علینا عقولنا یارسول اللہ فقال رسول اللہ: نعم لھیئتك الیوم"

(الترغیب والترہیب، ج ۴، ص ۱۳۲)

عبداللہ بن عمر نقل کرتے ہیں کہ پیغمبرؐ قبر کی سختیوں کے بارے میں بیان فرمارہے تھے کہ عمر نے کہا: اے اللہ کے رسول کیا ہماری عقلیں ہمیں لوٹا دی جائیں گی؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں بالکل ایسے ہی جیسے آج ہو۔

۶۔ عن ابی ھریرہ قال: قال النبی (ص)۔

"مامن عبد یمرّ بقبر رجل یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الاعرفه ورد علیه السلام"۔

(کنز العمال، ج ۱۵، ص ۶۴۶)

ابوہریرہ پیغمبرؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جو شخص اس انسان کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام

کرتا ہے تو صاحب قبر اسے پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۷۔ عن عائشة قالت:

"كنت ادخل بيتي الذي فيه رسول الله (ص) و ابي فاضع ثوبي و اقول انما هو زوجي و ابي فلما دفن عمر معهم فو الله ما دخلته الا و انا مسدودة علی ثيابي۔"

(مجمع الزوائد / ج ۹، ص ۳۷)

عائشہ کہتی ہیں: میں گھر میں داخل ہوتی اور اپنا لباس اتارتی اور خود سے کہنے لگتی وہ میرے والد اور وہ میرے شوہر ہیں لیکن جب ان کے پہلو میں لوگوں نے عمر کو دفن کر دیا تو میں اس گھر میں داخل نہیں ہوتی تھی مگر میرے بدن پر لباس ہوتا تھا۔

۸۔ عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله (ص):

"حياتي خير لكم تحدثون و تحدث لكم ووفاتي خير لكم تعرض علی اعمالكم فما رأيت من خير حمدت الله عليه و ما رأيت من شر استغفرت الله لكم"

(مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۴)

ابن مسعود نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لئے خیر ہے کہ ہم گفتگو کرتے ہیں اور میری موت بھی تمہارے لئے خیر ہے کہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اگر میں کوئی نیک عمل دیکھتا ہوں تو خدا کی حمد بجالاتا ہوں اور اگر کوئی عملِ بد دیکھتا ہوں تو خدا سے تمہارے لئے طلب آمرزش کرتا ہوں۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موت سے نہ صرف شعور و ادراک ختم نہیں ہوتا ہے ایک بلند تر شعور پر پہنچ جاتا ہے اور ان چیزوں کو درک کرنے لگتا ہے جن کو زندگی میں درک نہیں کرتا تھا، ان احادیث کے مطابق مردہ لحد میں لوگوں کے قدموں کی چاپ سنتا ہے، یا جو شخص اس کی قبر پر بیٹھے اور اسکی اہانت کرے تو اس سے صاحب قبر کو اذیت ہوتی ہے واضح ہے کہ زندہ انسان ایسے حالات میں کسی کی آواز نہیں سن سکتا ہے۔

لیکن جو آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مردے نہیں سنتے ہیں جیسے انك لا تسمع الموتیٰ[1] (آپ مردوں کو اپنی آواز نہیں سنا سکتے) دوسری آیت: "ماانت بمسمع من فی القبور[2]" (آپ انھیں نہیں سنا سکتے جو قبروں کے اندر ہیں) ان اور ایسی ہی دوسری آیات میں مشرکوں کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ نہیں سنتے ہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ تمہیں جواب نہیں ملے گا بالکل ایسے ہی جیسے کفار پیغمبرؐ کی باتیں سنتے تھے لیکن

۱۔ نمل/ ۸۰ ۲۔ فاطر/ ۲۲

انھیں تسلیم نہیں کرتے تھے ۔

جو احادیث ہم نے نقل کی ہیں وہ واضح طور پر اس حقیقت کو ثابت کرتی ہیں کہ مردوں کی ارواح سنتی ہیں، دیکھتی ہیں اور زندہ لوگوں کے احوال درک کرتی ہیں خصوصاً اولیاء اللہ، جیسے پیغمبر اپنی امت کے اعمال کے ناظر ہیں یا شہداء کہ اپنے پسماندہ افراد کو پیغام بشارت دیتے ہیں۔

چونکہ انبیاء اور اولیاء اللہ کی ارواح ایسا بلند ادراک و شعور رکھتی ہیں اسلئے ان سے مدد طلب کرنا، دعا مانگنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ان کی زندگی میں ان سے دعا مانگنا۔ چنانچہ ہم وفات رسولؐ کے بعد بھی صحابہ و تابعین کو آنحضرتؐ سے مدد مانگتے ہوئے اور دعا کے لئے درخواست کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

عثمان بن حنیف نے عثمان بن عفان کے عہد خلافت میں اس شخص سے کہا تھا جس کو حاجت درپیش تھی، کہ تم وضو کرو، مسجد جاؤ، دو رکعت نماز بجالاو، اور پھر اس طرح دعا کرو:

اللّٰھم انّی اسألک و اتوجہ الیک نبینا محمّد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فتقضی لی حاجتی،

(المعجم الکبیر (طبرانی)، ج ۹، ص ۱۸)

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس پیغمبر کے وسیلہ سے، جو کہ نبی رحمت ہیں، تجھ سے التجا کرتا ہوں، اے محمدؐ! میں آپؐ کے وسیلہ سے خدا کی

بارگاہ میں ملتجی ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے۔

جاء بلال بن حرث الیٰ قبر النبی (ص): فقال:

"یا رسول اللہ استسق لامتک فانہم ھلکوا"

(وفاء الوفا، ج ۴، ص ۳۷۴)

بلال بن حرث قبر رسولؐ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ اپنی امت والوں کے لئے بارش کی دعا فرما دیجئے کہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔

اسی طرح نبیؐ کی بعض احادیث و روایات میں حاجت مند افراد کو ضرورت کے وقت اولیاء اللہ سے مدد مانگنے اور انہیں پکارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ (ص)،:

"اذا انفلتت دابۃ احدکم بأرض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا، یا عباد اللہ احبسو، یا عباد اللہ احبسوا، فان اللہ عباداً سیحبسہ علیکم"

(المعجم الکبیر (طبرانی)، ج ۱۰، ص ۲۶۷)

عبد اللہ بن مسعود پیغمبرؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جب بیابان میں تمہاری سواری کا جانور بھاگ جائے اس وقت اس طرح تین بار آواز دو: اے خدا کے بندو اسے قابو میں کرو۔ بے شک خدا کے ایسے بندے ہیں جو اس کو پکڑ کر تمہارے پاس پہنچا دیں گے

عن عتبہ بن غزوان قال رسول اللہ (ص):

"اذا اضل احدکم شیئاً او اراد عوناً وھو بأرض لیس فیھا انیس فلیقل : یا عباد اللہ اعینونی او اغیثونی فان للہ عباداً لا نراھم۔"

(مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۱۳۲)

"عتبہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد کی ضرورت پیش آئے اور اس جگہ ہو جہاں کوئی مونس نہ ہو تو اس وقت یہ کہو: اے خدا کے بندو! میری مدد کرو بے شک خدا کے ایسے بندے ہیں کہ جنھیں ہم نہیں دیکھتے ہیں"۔

اس بحث میں جو احادیث ہم نے نقل کی ہیں ان سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء اللہ سے ان کی حیات اور موت کے بعد مدد مانگنا اور دعا کیلئے درخواست کرنا مستحب ہے اور اس کی تردید نہیں کی جا سکتی ہے۔

ہیں جو لوگ دوستی کے بلند و بالا مراتب پر پہنچ گئے ہیں اور ولایت خدا سے سرفراز ہوئے ہیں ہم ان ہی کو اولیاء اللہ کہتے ہیں۔

قرآن مجید اولیاء خدا کا اس طرح تعارف کراتا ہے :

"الا انّ اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرۃ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ذٰلک ھو الفوز العظیم۔"

(سورۂ یونس، آیات ۶۴-۶۲)

"آگاہ ہو جاؤ اولیاء خدا پر خوف وملال طاری نہیں ہوتا وہ خدا پر ایمان لا چکے ہیں، مستقل خدا سے ڈرتے ہیں۔ ان کے لئے دنیا و آخرت کی بشارت ہے، کلمات خدا میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

ان آیتوں سے ہم نے جن حقائق کا ادراک کیا ہے وہ یہ ہیں :

۱۔ "خوف" و "حزن"۔ پہلا (یعنی خوف) مستقبل کے ہراس سے متعلق ہے اور دوسرا (یعنی حزن) ماضی پر افسوس سے مربوط ہے۔ یہ چیزیں اولیاء خدا سے دور ہیں وہ اطمینان قلب، جو کہ خدا پر ایمان کا اہم ترین فائدہ ہے، کے حامل ہیں۔

۲۔ اولیاء خدا کی دو خصوصیتیں ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ خدا کے ولی بن گئے ہیں۔ ایک ایمان دوسرے پائدار تقویٰ۔ جب ہم "وکانوا یتقون" کے سلسلے میں غور کرتے ہیں تو تقوے کی دلالت استمرار پر واضح ہو جاتی ہے۔

۹

اولیاء اللہ کا میلاد و مجالس

انبیاء، اولیاء اللہ، شہداء، صدیقین اور انبیاء کے سچے پیروکاروں کی یاد منانا ایمان کی تقویت، معنوی اقدار کا استحکام اور اخلاقی بنیادوں کا اہم عامل ہے، اولیاء اللہ کے ایمان، تقوے اور جہاد و فداکاری کی یاد منانا اور اس بات کی تحقیق کرنا، کہ راہ خدا میں کس طرح جانفشانی کر کے قرب خدا تک پہنچے اور ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل ہوئے ہیں، ایک ایسا طاقتور محرک ہے جو انسان کو ارتقاء کی راہ پر گامزن کرتا ہے اور ان کی اقتداء کا جذبہ پیدا کرتا ہے:

"اولئک الذین هدی الله فبهدیهم اقتده"

(انعام/ ۹۰)

"یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی ہے لہٰذا ان کی ہدایت کے مطابق تو چلو"

قرآن مجید نے متعدد آیتوں میں پیغمبرؐ کو حکم دیا ہے کہ ہمیشہ گزشتہ انبیاء اور خدا کے صالح بندوں کا ذکر کیجئے کہ ان کی یادآوری تقویت قلب کا سبب ہے۔

"واذکر فی الکتاب ابراھیم انه کان صدیقا نبیا"

(مریم/۴۱)

اور کتاب خدا میں ابراھیم کا تذکرہ کرو کہ سچے و صدیق پیغمبر تھے۔

واذکر عبادنا ابراھیم واسحاق و یعقوب اولی الأیدی والأبصار۔

(ص/۴۵)

اور ہمارے بندے ابراھیم، اسحٰق اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو صاحبان قوت اور صاحبان بصیرت تھے۔

واذکر اسماعیل والیسع و ذاالکفل و کل من الاخیار

(ص/۴۸)

اور اسمٰعیل و یسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے کہ یہ سب نیک بندے تھے

ان انبیاء اور اولیاء اللہ کی یاد منانا کہ جس کا رسول خدا کو حکم دیا گیا ہے صفائے قلب، ایمان کی تقویت کا باعث ہے اور محاذ توحید کی کامیابی کا اعلان ہے۔ درحقیقت ان کی یاد مناتے رہنا انسانی عظمت اور معنوی اقدار کا احترام ہے اور اس طرح شرک وظلم اور جہل سے مبارزہ اور توحید کی دعوت اور اخلاقی فضائل کا احیا رہے۔ کیونکہ وہ ہمیشہ ان اقدار کے پاسدار اور حق و حقیقت کے منادی رہے ہیں۔

اس بنا پر ہمیں ہمیشہ ان کی یاد مناتے رہنا چاہئے خصوصاً ان معین دنوں میں جو ان سے مربوط ہیں۔ جیسے ان کے روز ولادت اور روز وفات میں مجالس و محافل منعقد کریں اور ان کے فضائل ومناقب، اوصاف وغیرہ بیان کریں اور ان کی راہ پر گامزن رہنے کے لئے ان سے اپنے پیمان کی تجدید کریں۔

خداوند عالم حضرت موسیٰؑ کو حکم دیتا ہے کہ بنی اسرائیل سے ایام خدا کی یاد منوائیں اور ان کی طرف توجہ مبذول کرائیں:

"ولقد ارسلنا موسیٰ بآیاتنا ان اخرج قومك من الظلمات الی النور وذکرھم بأیام الله"

(ابراھیم / ۵)

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو آیات دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لائیں اور انھیں خدا کے دنوں کی یاد دلائیں۔

مفسرین کہتے ہیں کہ "ایام اللہ" سے مراد وہ دن ہیں جن میں خدا نے بنی اسرائیل کو اہم نعمتیں عطا کی تھیں، جیسے فرعون کے چنگل سے نجات دلانا، من وسلویٰ کا نزول، اور ان کے لئے دریا کا شق ہونا اور اسی طرح گزشتہ امتوں کے مخصوص دن ہیں جیسے قوم نوح اور قوم عاد وثمود اور وہ اہم حوادث جو ان کے زمانے میں رونما ہوئے اس بنا پر ان دنوں کی یاد دلانا کہ جن میں اہم حوادث رونما ہوئے ہیں پیغمبروں کی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے اور انھیں چاہئے کہ وہ لوگوں کو ان کی یاد دلائیں تاکہ وہ ان دنوں میں تعمیری فوائد سے بہرہ مند ہو جائیں۔

اب ہم کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ اسلام کی ولادت، بعثت اور وفات کا دن اور اسی طرح اولیاء اللہ کی ولادت اور وفات کے دنوں میں بھی عظیم حوادث رونما ہوئے ہیں اور انسانوں کی سرنوشتوں کو متاثر کیا ہے لہٰذا ان کی یاد، دلانا ایام اللہ (خدا کے دنوں) کی یاد دلانا ہے، پس اگر پیغمبر اسلام کی ولادت یا وفات کے دن یا اولیاء اللہ کی ولادت اور وفات کے دن اس لئے محفل و مجلس منعقد کی جاتی ہے تاکہ مومنوں کو وہ واقعہ و سانحہ یاد، دلائیں جو ان دنوں میں رونما ہوا تھا اور پیغمبرؐ و ولی خدا کی یاد کو محترم سمجھیں اور ان کے فضائل و مناقب بیان کریں تو یہ ایک مطابق شرع کام ہوگا اور یہ خدا کے اس حکم پر عمل کرنا ہے جو کہ ان ایام اللہ کی یاد دلانے کے لئے دیا تھا۔

پیغمبر اسلام نے مردوں کے محاسن اور ان کی خوبیوں کو بیان کرنے کا حکم دیا ہے خصوصاً انبیاء، اولیاء اللہ اور صالحین کی یاد دلانے سے متعلق فرمایا ہے۔

۱۔ عن ابن عمر عن النبی (ص)، قال:

"اذكروا محاسن موتاكم"

(سنن ترمذی، ج ۳، ص ۳۳۹)

ابن عمر رسولؐ کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: اپنے مردوں کی خوبیوں کو بیان کیا کرو۔

۲۔ عن معاذ قال قال رسول اللہ (ص):

ذكر الانبياء عبادة و ذكر الصالحين كفارة و ذكر الموت

صدقہ۔

(کنز العمال، ج ۱۱، ص ۴۷۷)

معاذ رسول خدا کا قول نقل کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا: انبیاء کا ذکر اور ان کی یاد منانا عبادت ہے اور صالح لوگوں کی یاد منانا گناہوں کا کفارہ ہے اور موت کو یاد کرنا صدقہ ہے۔

مذکورہ احادیث کو ملحوظ رکھتے ہوئے، انبیاء، صالحین اور اولیاء اللہ کی یاد منانا خدا کی مرضی کے مطابق شرع کا مطلوب اور ایک قسم کی عبادت ہے اور جس قدر اہتمام کے ساتھ منائی جائے گی اتنا ہی ثواب ہوگا۔

ان کی یاد منانے کا ایک مناسب طریقہ یہ بھی ہے کہ ان کی ولادت کے دن محفل جشن اور وفات کے روز مجلس غم منعقد کی جائے اور ان کے فضائل و مناقب اور مصائب وغیرہ بیان کئے جائیں۔

ان مجالس کا انعقاد ان لوگوں کی قدر دانی اور حق شناسی کے لئے بہترین موقع ہے جنہوں نے اپنی زندگی کو لوگوں کی ہدایت و نصیحت میں صرف کیا ہے اور اعلائے کلمۂ توحید کے لئے کوشاں رہے ہیں۔ طول تاریخ کے سارے خدا پرست و مومن عظیم انسان احکام شرع کو یاد کرتے اور معارف الٰہی کو سیکھنے کے سلسلے میں ان کے مرہون ہیں۔

۱۰

اولیاء اللہ کی کرامات

کائنات کی تخلیق نہایت ہی نظم کی بنیاد اور اسباب و علل کے قانون کے مطابق ہوئی ہے اور عالم و حکیم خدا نے کائنات کے نظام کو کچھ اس طرح قرار دیا ہے کہ عظیم کہکشانوں سے لے کر ذرہ تک کوئی موجود بھی اس نظام کے خلاف حرکت نہیں کر سکتا اور سارا عالم اس نظام اور مقررات و اسباب و علل کے زیر تسلط ہے جو خدا نے وضع کئے ہیں۔

لیکن ایسا بھی نہیں جیسا کہ یہودی کہتے ہیں کہ خدا کائنات کو خلق کر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا اور خود بھی اس نظام کا پابند ہو کر رہ گیا ہے اور اس کو ختم نہیں کر سکتا ہے، بلکہ خداوند عالم ہر چیز پر قادر ہے، وہ علل و اسباب کو تباہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور ان ظاہری اسباب و علل کے پیچھے خدائے لایزال کی لامتناہی قدرت کارفرما ہے اور ساری چیزیں اس کی حاکمیت کے ماتحت ہیں۔

تاریخ بشریت میں انبیاء نے معجزات دکھائے اور اپنے زمانے کے لوگوں کے حال کے مناسب دکھائیں اور ایسے کام انجام دیئے ہیں جو ظاہری طور پر اسباب و علل سے عاری ہیں، اس معجزہ کے ذریعہ خدا نے اپنی قدرت کا ایک نمونہ پیش کیا ہے اور نبوت کے اثبات کے علاوہ خدا نے اپنی حاکمیت کی قدرت مطلقہ کو دنیائے اسباب و علل پر ثابت کر دیا ہے۔

انبیاء کے معجزات سے قطع نظر خداوند عالم کبھی اپنے اولیاء اور صالح بندوں کو بھی خارق العادت امور انجام دینے کی قدرت عطا کر دیتا ہے اور ظاہری طور پر ان میں اسباب و علل نہیں ہوتے ہیں چنانچہ ایسے کاموں کو کرامات کہتے ہیں۔

اولیاء اللہ سے جو کرامات دیکھنے میں آتی ہیں وہ ایمان اور مستقل اللہ سے خوف اور فرائض و نوافل کی ادائیگی کا نتیجہ ہیں اور یہی چیزیں بندہ کو قرب خدا کی منزلوں میں پہنچاتی ہیں اور اسے خدا کا محبوب بناتی ہیں اور جب انسان اس منزل پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی آنکھیں، کان، ہاتھ اور پیر خدائی امور کو انجام دیتے ہیں درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

قال رسول اللہ (ص) ان اللہ قال:

"... ما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بھا و رجلہ التی یمشی بھا" (صحیح بخاری، ج ۸، ص ۱۸۹)

رسول خدا فرماتے ہیں کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے: جو میرا بندہ مستقل نوافل کی انجام دہی سے مجھ سے نزدیک ہوتا ہے تو میں اسے اتنا محبوب سمجھتا ہوں کہ اس کے کان بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں کہ جس سے کام کرتا ہے۔ اس کے پیر بن جاتا ہوں کہ جس سے وہ راستہ چلتا ہے۔

قرآن مجید نے جس طرح انبیاء کے معجزات کے پہلو بیان کئے ہیں اسی طرح اولیاء اللہ کی کرامات اور ان کے خارق العادات کام بھی بیان کئے ہیں۔

۱۔ حضرت سلیمان کے وزیر آصف بن برخیا کا واقعہ:

"قال یا ایها الملاء ایکم یاتینی بعرشها قبل ان یأتونی مسلمین قال عفریت من الجن انا آتیک به قبل ان تقوم من مقامک و انی علیه لقوی امین۔ قال الذی عنده علم من الکتاب انا آتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک فلما رآه مستقراً عنده قال هذا من فضل ربی..."

(نمل / ۴۰ - ۳۸)

حضرت سلیمان نے فرمایا: اے میرے سلطنت کے شرفاء تم میں سے کون ہے جو اس (بلقیس) کے تخت کو لے آئے قبل اس کے کہ وہ اطاعت گزار بن کر آئیں؟ جنات میں سے عفریت نے کہا: میں اتنی جلد لے آؤں گا

۳۔ اولیاء خدا کے لئے دنیا میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں انھیں جنّت نصیب ہو گی اور وہ خدا کی نعمتوں سے مستفید ہوں گے اور دنیا میں وہ خدا اور اس کے ولی کے مخصوص ارتباط و تقرب سے سرفراز ہیں کہ جنھیں حدیث کی زبان میں مبشرات کہا گیا ہے۔

عن رسول اللہ (ص):

انّہ قال: لھم البشری فی الحیاۃ الدنیا، الرؤیا الصالحۃ یبشر بھا المؤمن جزء من ستۃ و اربعین جزءاً من النبوۃ

(تفسیر طبری، ج ۷، ص ۱۳۷)

اولیاء خدا کے لئے دنیا میں بشارت ہے اور وہ ہے رویائے صالحہ کہ اسی کے ذریعہ مومن کو بشارت دی جاتی ہے اور رویائے صالحہ نبوت کے چھیالیس (۴۶) اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

و ایضاً قال رسول اللہ (ص): انّ الرسالۃ و النبوّۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبی و لکن المبشرات قالوا: یا رسول اللہ و ما المبشرات؟ قال: رؤیا المسلم و ھی جزء من اجزاء النبوۃ.

(الدر المنثور، ج ۴ ص ۳۷۶)

کہ آپ اپنی جگہ سے بھی نہ اٹھیں گے اور میں اس کام کی طاقت رکھتا ہوں اور امین ہوں۔ اور ایک شخص نے جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا اس نے کہا: میں اتنی جلدی لے آؤں گا کہ آپ کی پلک بھی نہ جھپکنے پائیگی اس کے بعد سلیمانؑ نے تخت کو اپنے سامنے دیکھا تو کہا: یہ میرے پروردگار کا فضل وکرم ہے۔۔۔

۲۔ مادر عیسیٰ حضرت مریم کا واقعہ:

"کلما دخل علیھا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا قال یا مریم انی لک ھذا قالت ھو من عند اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب"

(آل عمران / ۳۷)

جب بھی حضرت زکریا محراب میں داخل ہوتے تو مریم کے پاس رزق دیکھتے اور پوچھتے کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟ مریم جواب دیتیں کہ سب میرے خدا کی طرف سے ہے وہ جسے چاہتا ہے رزق بے حساب دیتا ہے۔

۳۔ اصحاب کہف کا واقعہ

"ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجباً اذ اوی الفتیۃ الی الکھف فقالوا ربنا آتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا فضربنا علی آذانھم

فی الکھف سنین عدداً ثم بعثنا ..."

(کہف / ۱۲-۹)

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ کہف اور رقیم والے ہماری نشانیوں میں سے تعجب خیز نشانی تھے ؟ جب ان جوانوں نے غار میں پناہ لی اور یہ دعا کی پروردگار ہم پر اپنی رحمت عطا فرما اور ہمارے لئے ہمارے کام میں کامیابی کا سامان فراہم کر دے تو ہم نے غار میں چند برسوں کیلئے ان کے کانوں پر پردے ڈال دیئے اور پھر دوبارہ اٹھایا۔

اسی طرح احادیث و روایات میں اولیاء اللہ اور اصحاب پیغمبرؐ کی کرامات کے بہت سے واقع بیان ہوئے ہیں ان میں کچھ یہ ہیں :

۱۔ "أن عمرو بن الجموح وعبداللہ بن عمرو الانصاریین ثم المسلمین کانا قد حفر السیل قبرھما وکان قبرھما مما یلی السیل وکانا فی قبر واحد وھما ممن استشھد یوم احد فحفر عنھما لیغیرا من مکانھما فوجدا لم یتغیرا کانھما ماتا بالامس وکان احدھما قد جرح فوضع یدہ علی جرحہ فدفن وھو کذلک فامیطت یدہ عن جرحہ ثم ارسلت فرجعت کما کانت. وکان بین اُحد وبین یوم حفر عنھما ست واربعون سنۃ "

(موطأ مالک، ص ۳۸۴)

عمرو بن جموح و عبد اللہ بن عمرو ، کہ یہ دونوں انصاری وسلمی تھے ،
ایک روز سیلاب ان کی قبر کو اکھاڑ دینا چاہتا تھا ، چونکہ ان کی قبریں
سیل کی زد پر تھیں اور دونوں ایک ہی قبر میں مدفون تھے اور احد میں شہید
ہوئے تھے ۔ لوگوں نے ان کی قبروں کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی
غرض سے زمین سے اکھاڑ لیا تو دیکھا کہ ان کی لاشیں صحیح وسالم ہیں ، گویا کہ
کل ہی مرے تھے ، ان میں سے ایک کے بدن پر زخم تھا کہ جس پر مرنے
والے نے اپنا ہاتھ رکھ لیا تھا اور اسی حال میں اسے سپرد خاک کیا گیا تھا
لوگوں نے زخم سے اس کا ہاتھ اٹھایا تو (خون بہنے لگا) اس کا ہاتھ
پھر زخم پر رکھ دیا گیا اور خون بند ہو گیا جب کہ یہ واقعہ جنگ احد کے
چھیالیس ۴۶ سال بعد کا ہے ۔

۲۔ عن زاذان ان علیاً حدث بحدیث فکذبہ رجل فقال
لہ علیؑ :

"ادعو الیک ان کنت کاذباً قال : ادع فدعا علیہ
فلم یبرح حتی ذھب بصرہ ،،

(مجمع الزوائد ، ج ۹ ، ص ۱۱۶)

زاذان نقل کرتے ہیں کہ ایک روز علی بن ابی طالب ایک حدیث بیان
فرما رہے تھے اور ایک شخص آپ کی تکذیب کر رہا تھا ، علیؑ نے فرمایا :
اگر تم جھوٹے ہو تو میں تم پر لعنت کرتا ہوں ، اس نے کہا لعنت کیجیے ،

علیؑ نے لعنت کی، تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ وہ شخص اندھا ہو گیا۔

۳۔ عن محمد بن شرحبیل قال:

اقتبض انسان من تراب قبر سعد بن معاذ ففتحها فاذا هی مسک قال رسول اللّٰہ (ص): سبحان اللّٰہ سبحان اللّٰہ حتی عرف ذلک فی وجهه.

(کنز العمال، ج ۱۳، ص ۴۱۲)

محمد بن شرحبیل کہتے ہیں: ایک شخص نے سعد بن معاذ کی قبر سے ایک مشت خاک اٹھائی۔ جب مٹھی کھولی تو دیکھا کہ وہ خاک مشک بن گئی ہے۔ رسول خدا نے فرمایا: سبحان اللہ، سبحان اللہ تعجب چہرہ سے عیاں تھا۔

۴۔ عن عائشة قالت:

لما مات النجاشی کنا نتحدث انه لا یزال یری علی قبره نور"

(الاصابه، ج ۱ ص ۱۱۷)

عائشہ کہتی ہیں: جس وقت نجاشی کا انتقال ہوا، ہم آپس میں گفتگو کرتے تھے ہمیشہ اس کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے۔

۵۔ عن سعید بن عبد العزیز قال:

لما کان ایام الحرة لم یؤذن فی مسجد رسول اللّٰہ ﷺ

ثلاثا ولم يقم ولم يبرح سعيد بن المسيّب من المسجد وكان لا يعرف وقت الصلاة الآ بهمهمة يسمعها من قبر النبي (ص)

(سنن الدارمی، ج ۱، ص ۴۴)

سعید بن عبد العزیز کہتے ہیں: سانحہ حرہ میں تین روز تک مسجد نبوی میں آذان نہ ہوئی اور نماز جماعت نہ ہوئی۔ سعید بن مسیب مسجد سے باہر نہیں نکلے تھے اور نماز کے وقت کا پتہ نہیں چلتا تھا مگر قبر پیغمبر سے ہمہمہ سننے کے ذریعہ۔

۶- عن سعید بن جبیر قال:

"مات ابن عباس بالطائف فشهدت جنازته فجاء طير لم ير على خلقته ودخل في نعشه فنظرنا و تأملناه هل يخرج؟ فلم يرانه خرج من نعشه"

(مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۵۴۳)

سعید بن جبیر کہتے ہیں: ابن عباس کا طائف میں انتقال ہوا اور میں ان کی تشیع جنازہ میں شریک تھا کہ ایک پرندہ آیا جو کہ اس سے قبل نہیں دیکھا گیا تھا، اور ان کے تابوت میں داخل ہوگیا۔ ہم نے بہت انتظار کیا کہ وہ پرندہ باہر نکل آئے (تو جنازہ سپرد خاک کریں) لیکن وہ نہ نکلا۔

۷۔ عن ابن عباس عن رسول اللہ ص قال :

"انّ جعفر مرّ مع جبرئیل و میکائیل لہ جناحان عوضہ اللہ من یدیہ فسلم ثمّ اخبرنی کیف کان امرہ حیث لقی المشرکین"

(مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۷۲)

ابن عباس پیغمبر خداؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا : جعفر بن ابیطالب جبرئیل و میکائیل کے ساتھ گزر رہے ہیں ، خدا نے انھیں ان کے ہاتھوں کی جگہ دو پر عطا کئے ہیں ، انہوں نے سلام کیا اور مجھے اس کی خبر دی جو ان پر مشرکوں سے مقابلہ کرتے وقت گزرا تھا۔

۸۔ عن ابی ھریرۃ قال :

"کان الحسن عند النبی ص فی لیلۃ ظلماء و کان یحبہ حباً شدیداً فقال" اذھب الی امی فقلت : اذھب معہ یا رسول اللہ ؟ قال : لا . فجائت برقۃ من السماء فمشی فی ضوئھا حتی بلغ امہ"

(حیاۃ الصحابہ، ج ۳، ص ۶۱۸)

ابو ہریرہ کہتے ہیں : ایک اندھیری رات میں حسنؑ پیغمبرؐ کے پاس تھے رسولؐ ان سے بہت محبت فرماتے تھے ۔ حسنؑ نے فرمایا : مادر گرامی کے پاس جاتا ہوں ، میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول میں پہنچا دوں ؟

فرمایا: نہیں، کہ آسمان سے ایک نور ساطع ہوا جس کی روشنی میں چلتے ہوئے حسنؓ اپنی ماں کی خدمت میں پہنچے۔

۹۔ عن الزھری قال:

"لما قتل الحسین بن علی لم یرفع حجر ببیت المقدس الّا وجد تحتہ دم عبیط۔"

(المعجم الکبیر طبرانی، ج ۳، ص ۱۲۰)

زہری کہتے ہیں: جب حسین بن علی شہید کر دیئے گئے تو بیت المقدس میں جو پتھر بھی اٹھا جاتا تھا اسی کے نیچے تازہ خون دیکھا جاتا تھا۔

۱۰۔ عن حاجب عبید اللہ بن زیاد قال:

دخلت القصر خلف عبید اللہ بن زیاد حین قتل الحسین فاضطرم فی وجھہ نارا فقال ھکذا بکمہ علی وجھہ فقال: ھل رأیت؟ قلت: نعم وأمرنی ان اکتم ذالک

(مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۹۶)

عبید اللہ بن زیاد کا دربان کہتا ہے۔ جس دن حسینؓ شہید ہوئے، میں عبید اللہ بن زیاد کے پیچھے پیچھے قصر میں داخل ہوا اس کے چہرہ پر آگ لگی ہوئی تھی کہتا ہے: اس نے آستین سے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا، اس نے کہا: کیا تم نے دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا یہ بات کسی کو نہ بتانا۔

تواریخ واحادیث کی کتابوں میں ایسے بہت سے نمونے موجود ہیں، اور جو آیات وروایات ہم نے نقل کی ہیں وہ اس حقیقت کو ثابت کرتی ہیں کہ خدا کا اپنے اولیاء اور صالح بندوں پر خاص فضل ہے کبھی ان کے ہاتھوں سے یا ان کی خاطر خارق العادۃ کام انجام دیتا ہے اور اس طرح اپنے ولی کی عزت وکرامت کا اعلان کرتا ہے اور جس طرح معجزہ انبیاء کی حقانیت کی دلیل ہے اسی طرح کرامات اولیاء اللہ کی عظمت کا ثبوت ہے۔

منابع ومصادر

قرآن مجید
الاصابة فی تمییز الصحابه، احمد بن علی بن محمد بن حجر العسقلانی، بیروت دارالکتاب العربی، بدون تاریخ.
الأغانی - ابوالفرج الاصفهانی، بیروت دارالکتب العلمیة، ۱۴۰۷ ھ.
تاریخ الأمم و الملوک، ابوجعفر محمد بن جریر طبری، بیروت دارالکتب العلمیة، ۱۴۰۸ ھ.
تاریخ بغداد، ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، افست بیروت دارالکتب العلمیة، بدون تاریخ.
تذکرة الحفاظ، ابو عبدالله شمس الدین محمد الذهبی، بیروت دارالکتب العلمیه، بدون تاریخ.
الترغیب و الترهیب، حافظ زکی الدین المنذری، بیروت دارالفکر، ۱۴۰۸ ھ.
تهذیب تاریخ دمشق، علی بن الحسن المعروف با بن عساکر، بیروت دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۷ ھ.
تهذیب التهذیب، احمد بن علی بن محمد، ابن حجر العسقلانی، بیروت دارالفکر، ۱۴۰۴ ھ.
جامع البیان، (تفسیر)، ابوجعفر محمدبن جریرطبری، بیروت دارالفکر، ۱۴۰۸ ھ.
حلیة الأولیاء، حافظ ابو نعیم اصفهانی، بیروت دارالکتب العلمیة، ۱۴۰۹ .
حیاة الصحابة، محمد یوسف الکاندهلوی، بیروت دارالمعرفة، ۱۴۰۶ ھ.
الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، عبدالرحمن جلال الدین سیوطی، بیروت دارالفکر، ۱۴۰۳ ھ.
سنن ابن ماجة، ابو عبدالله محمد بن یزید قزوینی معروف به ابن ماجه تحقیق محمد فؤاد عبدالباقی، بیروت دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۵ ھ.

آپؐ کا ہی ارشاد ہے:

"نبوت و رسالت کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے، میرے بعد کوئی پیغمبر نہ آئے گا، لیکن بشارت دینے والے ہوں گے، لوگوں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسولؐ یہ بشارت دینے والے کون ہیں؟ فرمایا: یہ مسلمانوں کا خواب ہے جو نبوت ہی کا ایک جزء ہے۔"

بے شک ہر مسلمان اس حدیث کا مصداق نہیں ہے بلکہ آیات و روایات کے قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مصداق صرف اولیاء خدا ہیں۔

۴۔ خدا نے اپنے اولیاء کو جو مقام و مرتبہ عطا کیا ہے۔ اس کی مثال ان سنت الٰہی کی ہے کہ جن میں تبدیل ممکن نہیں ہے۔ (لا تبدیل لکلمات اللّٰہ)

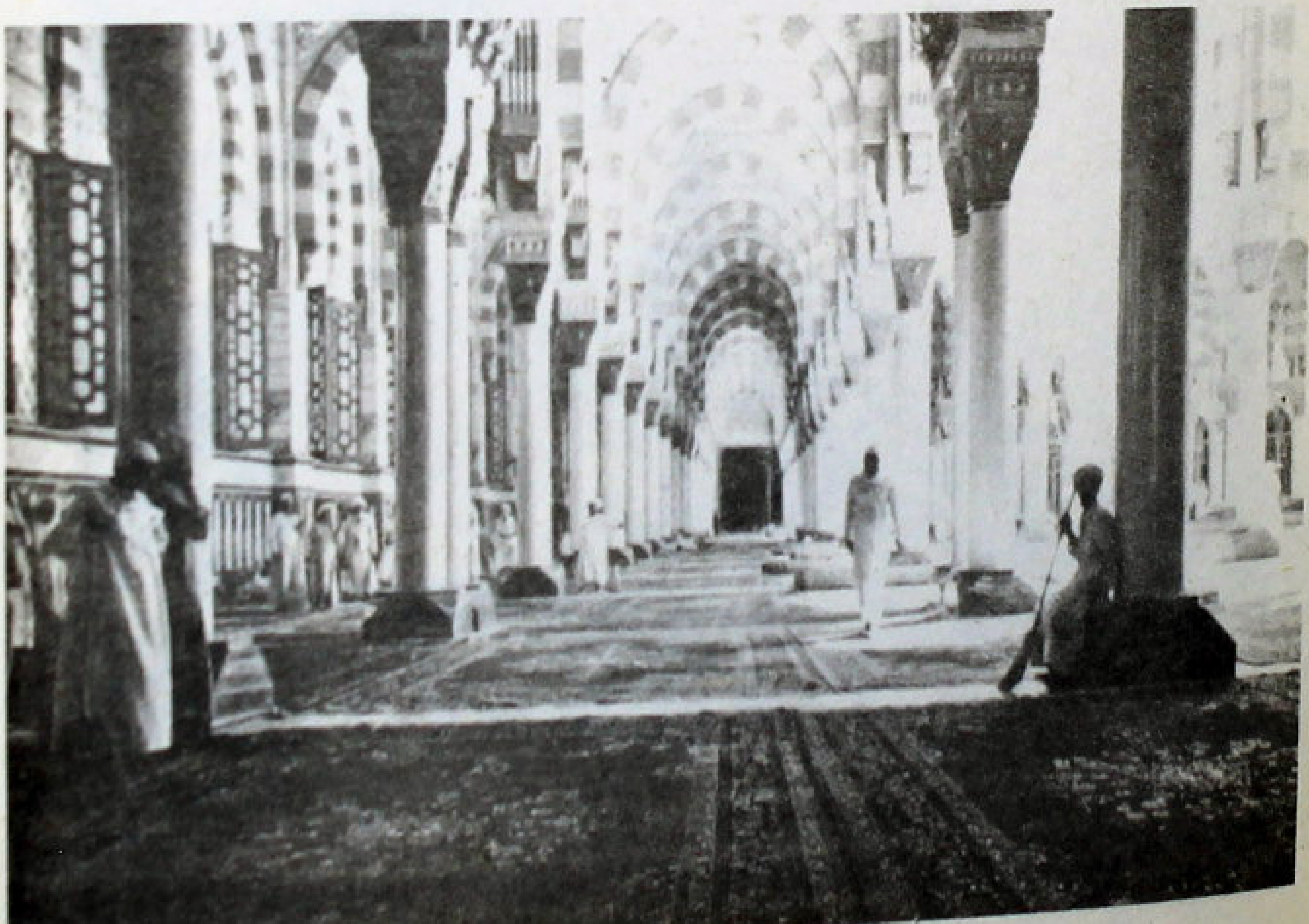
۵۔ یہ مرتبہ، بہت بڑا مرتبہ ہے اور عظیم کامیابی ہے، ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر اور اولیاء خدا کے تعارف کے سلسلے میں رسولؐ سے متعدد روایات نقل ہوئی ہیں، ہم نمونہ کے طور پر صرف ایک حدیث بیان کرتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ (ص): ان من عباد اللّٰہ عباداً یغبطھم الانبیاء والشھداء، قیل: من ھم یا رسول اللّٰہ فلعلنا نحبھم؟ قال: قوم تحابوا فی اللّٰہ من غیر اموال ولا انساب، وجوھھم من نور، علی منابر من نور، لایخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس

سنن ابی داود، ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، بیروت دارالکتاب العربی بدون تاریخ.
سنن ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی، تحقیق احمد محمد شاکر، بیروت، دار احیاء التراث العربی.
سنن دارمی، ابومحمد عبدالله بن بهرام الدارمی، القاهره دارالفکر، ۱۳۹۸ ﻫ.
سنن دارقطنی، علی بن عمر الدارقطنی، بیروت عالم الکتب، ۱۴۰۶ ﻫ.
السنن الکبری، ابوبکر احمد بن الحسین البیهقی، افست بیروت دارالمعرفة.
سنن النسائی، ابوعبدالرحمن النسائی، بیروت المکتبة العلمیة، بدون تاریخ.
صحیح البخاری، ابوعبدالله محمد بن اسماعیل البخاری، بیروت عالم الکتب، ۱۴۰۶ ﻫ.
صحیح مسلم، مسلم‌بن‌الحجاج، القاهرة‌مکتبة محمدعلی صبیح، بدون‌تاریخ.
الصواعق المحرقة، احمد بن المکی، القاهرة مطبعة المیمنیة، ۱۳۱۲ ﻫ.
الطبقات الکبری، ابوعبدالله محمد بن سعد، بیروت دارصادر، ۱۳۷۷.
فتوح الشام، ابوعبدالله محمد بن عمر الواقدی، بیروت دارالجیل، بدون تاریخ.
کنزالعمال، علاءالدین المتقی الهندی، بیروت مؤسسة الرسالة، ۱۴۰۹.
مجمع‌الزوائد، نورالدین علی بن ابی‌بکر الهیثمی، بیروت دارالکتاب العربی، ۱۴۰۲ ﻫ.
المستدرک علی الصحیحین، حافظ ابوعبدالله محمد الحاکم النیسابوری، بیروت دارالفکر، ۱۳۹۸ ﻫ.
المسند، احمد بن حنبل، افست بیروت دارالفکر، بدون تاریخ.
معجم البلدان، شهاب الدین یاقوت الحموی، بیروت داراحیاء التراث العربی، ۱۳۹۹ ﻫ.
المعجم الکبیر، ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، بغداد وزارة الاوقاف، ۱۳۹۹ ﻫ.
الموطأ، مالک بن انس، بیروت دارالفکر، ۱۴۰۷ ﻫ.
میزان الإعتدال، ابوعبدالله شمس‌الدین محمدالذهبی، بیروت‌دارالمعرفة،۱۳۸۲ﻫ.
نیل الأوطار، محمد بن علی الشوکانی، القاهرة دارالحدیث.
وفاء الوفا باخبار دارالمصطفی، نورالدین علی بن احمد السمهودی، افست بیروت داراحیاء التراث العربی، ۱۴۰۱ ﻫ.















انصاریان پبلیکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۸۷-۳۷۱۸۵
قم جمہوری اسلامی ایران
ٹیلی فون نمبر ۲۱۷۴۴

وقرأ: الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم لایحزنون"۔

(تفسیر طبری، ج ۷، ص ۱۳۲)

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

خدا کے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جن کے مقام و مرتبہ پر انبیاء و شہداء غبطہ کرتے ہیں۔ دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! وہ کون ہیں تاکہ ہم ان سے محبت کرنے لگیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو کہ مال وملت پر توجہ کئے بغیر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ ان کے چہرے نورانی ہیں اور نور کے منبر پر بیٹھے ہیں۔ جب لوگوں کو خوف لاحق ہوتا ہے، اس وقت بھی مطمئن رہتے ہیں، جب لوگ غمگین ہوتے ہیں تو یہ غمگین نہیں ہوتے اس وقت آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون

اس حدیث کے مطابق اولیاء خدا کا مرتبہ انبیاء اور شہداسے بھی زیادہ بلند ہے۔ یہاں تک کہ انبیاء و شہداء ان کے مقام و منصب پر غبطہ کرتے ہیں۔

اس بات پر بھی توجہ رکھنا چاہئے کہ ہر زمانہ میں اولیاء خدا کا وجود ممکن ہے۔ لیکن ان کا پہچاننا بہت مشکل ہے کیونکہ آیت کے مفہوم کے مطابق اولیاء اللہ سراپا ایمان و تقوے کے حامل ہیں اور ہمارے لئے ایسے اشخاص کا پہچاننا بہت مشکل ہے کہ جنھوں نے ابتدائے بلوغ سے آخری عمر تک تقوئے خوف خدا کے ساتھ

اور معصیت سے اجتناب کی صورت میں زندگی گزاری ہو بلکہ ایسے لوگوں کی شناخت مشکل نہیں محال ہے۔ کیونکہ یہ ایک باطنی کیفیت ہے جسے ایسے اوصاف کا مالک اور خدا ہی جانتا ہے۔ اب اگر خداوند ایسے ہی افراد کی طرف ہماری راہنمائی کرتا ہے تو اس صورت میں ہم مکمل اطمینان کے ساتھ اولیاء اللہ کی معرفت حاصل کرلیں گے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں پیغمبر کے اہل بیتؑ کا اس طرح تعارف کراتا ہے کہ وہ ہر طرح سے پاک اور ہر رجس و معصیت سے محفوظ ہیں۔ نورٌ علیٰ نور یہ کہ انکے رجس و معصیت سے آلودہ نہ ہونے میں خدا کے ارادہ کا دخل ہے اور وہ تقوائے پیہم ہے کہ جس کا خدا نے اہل بیتؑ کے بارے میں تذکرہ کیا ہے:

انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیراً۔

(سورۂ احزاب/۳۳)

"اے اہل بیتؑ! خدا کا بس یہ ارادہ ہے کہ ہر قسم کے رجس کو تم سے دور رکھے اور کماحقہ پاک رکھے۔"

اس آیت میں پیغمبرؐ کے جن اہل بیت کا تذکرہ ہے وہ کون ہیں؟ پیغمبر خداؐ نے بہت سی احادیث میں، جو کہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، اپنے اہل بیت کا تعارف کرایا ہے نمونے کے طور پر دو حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

حدیث اوّل:

نزلت ھذہ الآیۃ۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس

اهل البیت ویطهرکم تطهیرا۔ فی بیت ام سلمۃ فدعا النّبی فاطمہ وحسنا وحسینا فجلّلهم بکساء وعلیّ خلف ظهرہ فجللهم بکساء، ثم قال: اللّٰهم هؤلاء اهل بیتی فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیراً۔ فقالت ام سلمۃ، وانا معهم یا نبی اللّٰه؟ قال: انت علی مکانک وانت الی خیر"

(سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۶۳)

"آیۂ تطہیر ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی، اللہ کے رسولؐ نے فاطمہؑ، علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور انہیں چادر کے نیچے جمع کر لیا اور اس کے بعد عرض کی لئے اللہ! یہی میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھ اور کما حقہ پاک رکھ۔ ام سلمہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا میں ان میں سے ہوں؟ جواب ملا: تم اپنی جگہ خیر پر ہو۔"

حدیث دوم:

عن عائشۃ قالت: "خرج النبی (ص) غداۃ وعلیہ مرط مرحّل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فادخلہ ثم جائت فاطمۃ فادخلها ثم جاء علی فادخلہ ثم قال: انما یرید اللّٰه لیذهب عنکم الرجس اھل البیت ویطهرکم تطهیراً

(صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۸۸۳)

عائشہ کہتی ہیں: پیغمبر خدا صبح کے وقت (گھر سے) نکلے۔ ان کے دوش پر کالی چادر تھی کہ حسنؑ بن علیؑ آئے تو آپؐ نے انھیں چادر کے نیچے چھپا لیا۔ پھر حسینؑ آگئے آپؐ نے انھیں چادر کے نیچے بلا لیا، اس کے بعد فاطمہؑ آگئیں آپؐ نے انھیں چادر کے نیچے بلا لیا۔ اس کے بعد علیؑ آئے آپ نے انھیں بھی چادر کے نیچے بلا لیا اور پھر فرمایا: "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا"۔

اس سلسلے میں یہ، اور بہت سی دوسری احادیث وارد ہوئی ہیں کہ جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پیغمبر کے اہل بیتؑ سے مراد علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ البتہ یہ آیت ان آیتوں کے درمیان میں ہے جو کہ پیغمبرؐ اکرم کی ازدواج کے بارے میں نازل ہوئی تھیں لیکن مذکورہ آیت سے قبل وبعد والی آیتوں کی ضمیریں جمع مونث ہیں جبکہ اس آیت میں جمع مذکر کی ضمیر آئی ہے کہ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا مصداق ازدواج نہیں ہیں۔ اس قرینہ اور دوسری بہت سی ان احادیث سے کہ جن میں سے ہم نے دو نمونے پیش کئے ہیں، یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اس آیت کا مصداق پیغمبر خداؐ علیؑ، فاطمہ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور اگر یہ اپنی اولاد میں سے دوسرے اشخاص کو اہل بیتؑ کے عنوان سے پہچنوائے ہیں تو ہم بے دھڑک قبول کر لیں گے۔ کیونکہ پنجتن آیہ تطہیر کے مطابق کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے۔ کیونکہ جھوٹ بھی ایک رجس ہے اور رجس خدا نے اہل بیت سے دور رکھا ہے۔

بنا برایں ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اولیاء اللہ کا، ان علامتوں کے ساتھ، جن کا قرآن میں تذکرہ ہے، ہر زمانہ میں، وجود ممکن ہے لیکن ان کی معرفت ہمارے لئے مشکل نہیں بلکہ محال ہے مگر یہ کہ خدا یا پیغمبر خدا خصوصاً ایسے افراد کا تعارف کرائیں اور آیت تطہیر میں پیغمبر، اہل بیت کے لئے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں اور اہل بیت اولیاء اللہ کا مکمل اور واضح مصداق ہیں۔

بہت سی احادیث میں پیغمبر اکرم اور ان کے اہل بیت ؑ سے محبت کو ایمان کی شرط قرار دیا گیا ہے:

"عن انس قال: قال النبی (ص): "لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ اجمعین۔"

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۴)

"انس سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے والدین اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔"

"عن ابی سعید الخدری قال، قال رسول اللہ (ص): ان اللہ عزّوجلّ۔ حرمات ثلاثا، من حفظھنّ حفظ اللہ لہ امر دینہ ودنیاہ ومن لم یحفظھنّ لم یحفظ اللہ لہ شیئاً: حرمۃ الاسلام وحرمتی وحرمۃ رحمی۔"

(المعجم الکبیر طبرانی، ج ۳، ص ۱۳۵)

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: بے شک خدا کے لئے تین حرمتیں ہیں۔ اگر کسی نے ان کی رعایت و حفاظت کی تو خدا اس کے دنیوی اور اخروی امور کی حفاظت کرے گا اور اگر خدا کی حرمتوں کی حفاظت نہ کی تو خدا اس کی کوئی رعایت نہیں کرے گا۔ حرمت اسلام، میری (رسول کی) حرمت اور میرے اہل بیتؑ کی حرمت۔

"عن الحسن بن علی انّ رسول اللّٰہ (ص)، قال: "الزموا مودّتنا اھل البیت فانّہ من لقی اللّٰہ - عزّوجلّ - وھو یودّنا دخل الجنۃ بشفاعتنا و الذی نفسی بیدہ لا ینفع عبداً عملہ الا بمعرفۃ حقنا۔"

(مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۷۲)

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: تم اہل بیت کی محبت کو اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ جو شخص اس حالت میں خدا سے ملاقات کرے گا کہ اس کے دل میں ہماری محبت ہو تو وہ ہماری شفاعت سے جنّت میں داخل ہو گا۔ قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کے اعمال اسے فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے مگر یہ کہ وہ ہمارے حق کا معترف ہو۔

۲

اولیاء اللہ سے توسّل

خداوند عالم سے قریب ہونے اور اس کی بارگاہ میں خضوع و خشوع اور تذلل کے اظہار اور اس سے حاجت طلبی کے لئے اولیاء اللہ اور ان لوگوں کو وسیلہ بنانا جن کے لئے رحمت خدا سایہ فگن ہے، نیک کام ہے اور خدا بھی اس سے خوشنود ہوتا ہے اور ربوبیت سے ارتباط کا یہ بہترین و محکم ترین ذریعہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ذات خدا اور خاکی انسان کے درمیان کسی واسطہ کے بغیر رابطہ قائم نہیں ہو سکتا۔ اور یہ واضح ہے کہ خدا نے اپنے مخصوص بندوں ۔ پیغمبروں ۔ کے ذریعہ لوگوں تک اپنے فرمان و پیغام پہنچائیں ہیں۔ براہ راست لوگوں سے ہرگز ہم کلام نہیں ہوا ہے۔ انسان کسی وسیلہ کے بغیر خدا سے رابطہ قائم نہیں کر سکتا۔ یہ ممکن ہے کہ یہ وسیلہ خدا کے لئے ایک عمل ہو جیسے نماز، روزہ، اور عبادات اور ممکن ہے کوئی خدائی شخص ہو جیسے اولیاء اللہ۔ یہ مفہوم آیات قرآنی

ہیں وضاحت کے ساتھ موجود ہے اور ان میں غور کرنے سے حقیقت واضح ہوجاتی ہے،

۱۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔

(سورۂ مائدہ/ ۳۵)

ایمان لانے والو اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو شاید اس طرح تم کامیاب ہوجاؤ۔

خداوند عالم اس آیت میں مومنوں کو یہ حکم دے رہا ہے کہ مجھ (خدا) تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔ البتہ یہاں وسیلہ کی نوعیت کو متعین نہیں کیا گیا ہے اس طرح ہر وہ چیز وسیلہ بن سکتی ہے جو مرضی خدا کے مطابق ہو۔ ممکن ہے یہ وسیلہ اشیا کی نوع میں سے ہو جیسے خانہ کعبہ، حجر اسود، قرآن مجید، ممکن ہے افعال میں سے ہو جیسے نماز، حج، جہاد یا بعض چیزوں کو ترک کرنے سے متعلق ہو جیسے روزہ اشخاص میں سے ہو جیسے اولیاء اللہ، انبیاء، صالحین اور شہداء۔ مختصر یہ کہ ہر وہ چیز جو ہمیں خدا سے نزدیک کردے اور اس کی یاد کو ہمارے دلوں میں زندہ کردے وہی ہمارے اور خدا کے درمیان وسیلہ بن سکتی ہے۔ اولیاء اللہ میں بھی یہی خصوصیات ہیں لہٰذا بعض احادیث میں اولیاء اللہ کا اس طرح تعارف کرایا گیا ہے:

عن سعید بن جبیر قال: "سئل النبی (ص) عن اولیاء اللہ قال: ھم الذین اذا رؤا ذکر اللہ"

(تفسیر طبری، ج ۷، ص ۱۳۲)

پیغمبر اکرم سے لوگوں نے اولیاء اللہ کے بارے میں دریافت کیا ۔ آپؐ نے فرمایا : یہ وہ اشخاص ہیں کہ جب لوگ انھیں دیکھتے ہیں تو انھیں خدا یاد آتا ہے ۔

۲- واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

(آل عمران / ۱۰۳)

"اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ پردازی نہ کرو"

حبل اللہ (خدا کی رسی) سے کیا مراد ہے ۔ ظاہر ہے خدا کے علاوہ کوئی اور چیز مراد ہے، حبل اللہ خدا کا نام نہیں ہے ۔ یا اسلام، یا قرآن یا پیغمبر یا پیغمبر اور ائمہ مراد ہیں ۔ یا یہ سب مراد ہیں ؟ جو بھی ہو بہر حال وہ خدا اور لوگوں کے درمیان واسطہ ہے اور اولیاء اللہ حبل اللہ کا واضح مصداق ہیں چنانچہ ان کا دامن تھامنا اور ان سے توسل کرنا تقرب خدا کا باعث ہے ۔

۳- ولو انّھم اذ ظلموا انفسھم جاءُوك فاستغفرو اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توّابا رحیما

(سورۂ نساء / ۶۴)

اگر وہ لوگ اس وقت آپ کے پاس آتے جب انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا اور خود اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتے تو یہ خدا کو بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے ۔"

اس آیت میں خداوند عالم اس حقیقت کی طرف لوگوں کی راہنمائی کر رہا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کے لئے بہتر ہے کہ پیغمبرؐ کے پاس جائیں اور خود بھی توبہ کریں، اور رسولؐ کو بھی اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ قرار دیں تاکہ آنحضرتؐ بھی ان کے لئے خدا سے بخشش طلب کریں۔ اس صورت میں ان کی توبہ قبول ہو جائے گی۔ یہ رسول سے توسل کا واضح مصداق ہے کہ جس کو خود خدا نے لوگوں کو تعلیم دیا ہے اور یہ آیت غیر خدا سے توسّل جائز قرار دے رہی ہے۔

ہم عنقریب اس بات کی وضاحت کریں گے کہ مسئلہ توسل میں پیغمبر کی موت و حیات سے کوئی فرق نہیں آتا چنانچہ صحیح احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے مثالوں کے لئے انتظار کیجئے۔

توسل، احادیث کی روشنی میں

اولیاء اللہ سے توسل کرنا اور تقرب خدا کے لئے انھیں واسطہ قرار دینا اور ان کے واسطے سے حاجت طلب کرنا جائز ہے جیسا کہ متعدد روایات و احادیث میں بیان ہوا ہے اور پیغمبر اکرمؐ کے زمانہ سے آج تک مسلمان اس پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور یہ فعل نہ صرف یہ کہ شرک نہیں ہے بلکہ خدا کی بارگاہ میں زیادہ خضوع وخشوع ہے۔ اور جو شخص خدا سے تقرب کیلئے پیغمبرؐ اور اولیاء اللہ کو وسیلہ قرار دیتا ہے وہ درحقیقت خود کو خدا کے سامنے اتنا حقیر سمجھتا ہے کہ اسے اتنا بھی اطمینان نہیں ہوتا ہے کہ خدا اس کی طرف توجہ کرے گا لہٰذا وہ ان اشخاص کو وسیلہ قرار دیتا ہے

جو کہ خدا کے نزدیک معزز ہیں اور اس کے الطاف سے سرشار ہیں کہ تاکہ خداوند عالم انکے تصدق میں اس پر بھی رحم کرے اور یہ چیز خدا کی عبودیت اور اس کے سامنے تذلل کے اظہار کی آخری حد ہے۔

اب ہم اس سلسلے میں وارد ہونے والی احادیث پیش کرتے ہیں:

۱۔ عن عثمان بن حنيف انه قال: "ان رجلاً ضريراً اتى النبیؐ فقال: ادع الله ان يعافينی. فقال: ان شئت دعوت و ان شئت صبرت و هو خير. فقال: فادعه، فأمره ان يتوضأ فيحسن وضوئه و يصلی ركعتين ويدعو بهذا الدعاء:

اللهم انی اسألك واتوجه اليك بنبيك نبی الرحمة يا محمد انی اتوجه بك الى ربی فی حاجتی لتقضی، اللهم شفعه فی۔

قال ابن حنيف: فوالله ما تفرقنا وطال بنا الحديث حتى دخل علينا كأن لم يكن به ضر"

(سنن ابن ماجہ، ج۱، ص ۴۴۱، و مستدرک حاکم، ج۱، ص ۳۱۳)

عثمان بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک اندھا رسول خدا کی خدمت میں شرفیاب ہوا اور عرض کی: میرے لئے اللہ سے یہ دعا کیجئے کہ وہ مجھے عافیت عطا کر دے۔ پیغمبر اکرم نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو تو میں دعا کروں،

اور اگر صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے ۔ اس نے عرض کی کہ دعا کیجئے ۔
پیغمبر نے فرمایا: جاؤ وضو کرو، صحیح طریقہ سے ۔ اور دو رکعت بجالاؤ
اور اس کے بعد یہ دعا کرو :

اے اللہ میں تجھ سے ملتجی ہوں اور تیرے پیغمبر کو، جو کہ نبی رحمت ہیں،
وسیلہ قرار دیتا ہوں (ان کے صدقہ میں) میری حاجت پوری فرما :
اے اللہ انھیں میرا شفیع قرار دے ۔

عثمان ابن حنیف کہتے ہیں کہ قسم خدا کی ابھی ہم متفرق نہیں ہوئے تھے اور گفتگو کا سلسلہ طویل نہیں ہوا تھا کہ وہ شخص اس حالت میں دوبارہ ہمارے پاس آیا گویا اسے کوئی تکلیف ہی نہیں پہنچی تھی ۔

ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا: کہ اس حدیث میں پیغمبر اکرمؐ نے خود اس شخص کو ــ حاجت طلبی کے وقت ــ توسل کا طریقہ بتایا اور توسل میں ایک مرتبہ خدا کو مخاطب اور ایک بار پیغمبر کو مخاطب کیا ہے ۔ حدیث کا مضمون آشکار و واضح ہے، اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے ۔ اس حدیث میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ پیغمبرؐ کو ان کی حیات ہی میں وسیلہ قرار دیا گیا ہے ۔ ہم عنقریب یہ بات ثابت کریں گے کہ توسل کیلئے پیغمبر کی موت وحیات میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ آپ کی حیات میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی توسل کیا جاسکتا ہے ۔

واضح رہے اس حدیث میں پیغمبرؐ نے اس شخص کے لئے دعا نہیں کی ہے

بلکہ اس نے خود پیغمبر کی تعلیم کے مطابق خدا سے حاجت طلب کی اور اپنے اور خدا کے درمیان پیغمبرؐ کو وسیلہ قرار دیا ہے۔

٢- "عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ قال: "من قال حین یسمع النداء: اللّٰھم رب ھٰذہ الدعوۃ التامۃ و الصلوۃ القائمۃ آت محمداً الوسیلۃ و الفضیلۃ و ابعثہ مقاماً محموداً الذی وعدتہ، حلت لہ شفاعتی یوم القیامۃ"

(صحیح بخاری، ج ١، ص ٢٥٣)

جابر نے رسولؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص اذان کی آواز سن کر یہ کہے: اے اللہ! اے اس کامل دعوت اور قائم شدہ نماز کے مالک 'نماز قائم ہو گئی' - محمدؐ کو فضیلت اور وسیلہ عطا فرما اور انھیں اس پسندیدہ مرتبہ پر پہنچا دے، کہ جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اور قیامت کے روز انھیں میرا شفیع قرار دے۔

اس حدیث میں رسولؐ مسلمانوں سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ خدا سے یہ دعا کریں کہ اللہ محمدؐ کو ان کا وسیلہ بنا دے۔

٣- عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ (ص) ماخرج رجل من بیتہ الی الصلاۃ وقال:

اللّٰهم اسئلک بحق السائلین علیک وبحق ممشای هذا فانی لم اخرج اشراً ولا بطراً ولا ریاء ولا سمعة وخرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك، فاسئلك ان تعیذنی من النار وان تغفر ذنوبی انه لا یغفر الذنوب الاّ انت الاّ اقبل الله علیه بوجهه واستغفر له سبعون الف ملك

(سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۶۱)

رسول خدا کا ارشاد ہے: جو شخص اپنے گھر سے اس دعا کو پڑھ کر نکلتا ہے۔ خدا اس پر مہربان ہوتا ہے اور ستر ہزار فرشتے اس کیلئے طلب مغفرت کرتے ہیں: اے اللہ بارگاہ کے سائلین کے تصدق اور اس راستہ کو طے کرنے کے طفیل میں جو کہ نافرمانی اور خوش گزران اور ریا کے لئے نہیں تھا بلکہ تیرے غضب سے بچنے اور تیری خوشنودی کیلئے ہے، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے آتش جہنم سے نجات عطا فرما اور میرے گناہوں کو معاف کر دے" تیرے سوا کوئی بھی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا۔

اس حدیث میں پیغمبر اکرم لوگوں کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ خدا سے حاجت طلب کرتے وقت اولیاء اللہ اور صالحین سے توسل کیا کرو اور انھیں

واسطہ قرار دیا کرو۔

۴۔ فاطمہ بنت اسد کے دفن کے وقت پیغمبرؐ نے فرمایا:

اللہ الذی یحیی و یمیت و ھو حی لا یموت اغفر لأمی فاطمۃ بنت اسد و وسع علیھا مدخلھا بحق نبیک و الانبیاء الذین من قبلی"

(حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۱۲۱)

اے وہ خدا جو حیات عطا کرتا ہے اور موت دیتا ہے، جو ایسا زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی، میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور ان کی قبر کو اپنے پیغمبر اور ان پیغمبروں کے طفیل میں وسیع کر دے جو کہ مجھ سے پہلے گزرے ہیں۔

۵۔ عن عمر بن الخطاب قال، قال رسول اللہ (ص) لما اقترف آدم الخطیئۃ قال: یا رب اسئلک بحق محمد الا غفرت لی"

(کنز العمال، ج ۱۱، ص ۴۵۵)

"عمر بن خطاب پیغمبر اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب حضرت آدم سے ترک اولیٰ ہو گیا تو عرض کی پروردگارا مجھے محمدؐ کے واسطے سے بخش دے۔"

یہ چند حدیثیں جو کہ نمونے کے طور پر بیان ہوئی ہیں، ان میں سے اکثر صحیح

ہیں، یہ اس حقیقت کی غماز ہیں کہ، اولیاء اللہ، صالحین اور خدا کی بارگاہ کے سائلوں سے توسل کرنا مستحسن فعل ہے، اس سے خدا سے بندہ کے تقرب میں اضافہ ہوتا ہے چنانچہ پیغمبرؐ نے اپنی اور گذشتہ انبیاء کی نبوتوں سے توسل کیا ہے اور لوگوں کو حکم دیا ہے کہ خدا سے حاجت طلبی کے وقت اس کی بارگاہ کے مقربین سے توسل کیا کریں۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء اللہ سے توسل کے لئے انکی حیات و ممات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کیونکہ ہر توسل کرنے والا ان کی اس عظمت و منزلت کو وسیلہ قرار دیتا ہے جو کہ خدا کی بارگاہ میں ثابت ہے، یہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ زندگی میں بھی، عالم برزخ میں بھی اور روز قیامت بھی۔ اور کوئی شخص انبیاء و اولیاء اللہ کی ظاہری۔ جسمانی۔ طاقت سے توسل نہیں کرتا ہے کہ جس سے یہ بحث وجود میں آئے کہ وہ موت کے بعد کوئی مدد نہیں کر سکتے بلکہ انکی اس عظمت و منزلت کو وسیلہ قرار دیتا ہے جو کہ خدا کی بارگاہ میں ثابت ہے، یہ ہمیشہ کیلئے ہے، ملاحظہ کیا آپ نے کہ پیغمبر اکرم نے گزشتہ پیغمبروں سے توسل کیا یا حضرت آدم نے محمدؐ کو وسیلہ قرار دیا جبکہ آنحضرت اس وقت دنیا میں بھی نہیں آئے تھے، اور صحابہ و تابعین کے زمانہ سے مسلمانوں کی یہ سیرت چلی آرہی ہے کہ وہ انبیاءؑ اور اولیاء اللہ کی قبور اور ان کی ارواح سے متوسل ہوتے ہیں۔

جو لوگ موت کی آغوش میں سونے والوں سے توسل کو شرک قرار دیتے ہیں، عجیب بات کہتے ہیں۔ کیونکہ اگر غیر خدا سے توسل شرک ہے ان کی موت

وحیات میں کوئی فرق نہیں ہے۔

توسّل مسلمانوں کی سیرت میں

ان آیات واحادیث کے علاوہ جو ہم نے نقل کی ہیں اولیاء اللہ سے توسل کو مسلمانوں کی سیرت میں خاص اہمیت حاصل رہی ہے، اور مسلمان صدر اسلام سے آج تک خدا سے حاجت طلبی کے وقت انبیاء وصالحین سے توسل کرتے چلے آرہے ہیں اور ان لوگوں کو وسیلہ قرار دیتے چلے آرہے ہیں کہ جو خدا کے مقرب ومعزز بندے ہیں تاکہ ان کے طفیل میں ان کی دعا مستجاب ہوجائے۔ اس کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ پیغمبرؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد مدینہ میں شدید قحط پڑا، لوگوں نے عائشہ سے شکایت کی تو انہوں نے کہا:

"انظروا الی قبر رسول اللہ (ص) فاجعلوا منہ کواً الی السماء حتی لا یکون بینہ وبین السماء سقف"

(سنن الدارمی، ج ۱، ص ۴۳)

(قبر رسولؐ کو دیکھو اور اسے آسمان کا دریچہ سمجھو، قبر وآسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو (چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور بارش ہوگئی)

۲۔ عن انس بن مالک انّ عمر بن الخطاب کان اذا

قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب فقال :
اللّٰهم انا کنا نتوسل الیک نبینا فتسقینا و انا
نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا ۔ قال : فیسقون

(صحیح بخاری ، ج ۲ ، ص ۲۷)

انس کہتے ہیں کہ : عمر ابن خطاب نے خشک سالی کے زمانہ میں خدا سے طلب باران کے سلسلے میں عباس بن عبد المطلب کو وسیلہ قرار دیا اور کہا : اے اللہ ہم ہمیشہ تیرے رسول سے متوسل ہوتے تھے اور تو ہمیں سیراب کر دیتا تھا اب ہم تیرے رسول کے چچا کو تیری بارگاہ میں وسیلہ قرار دیتے ہیں پس ہمیں سیراب فرما ! کہتے ہیں کہ بارش ہوئی ۔

۲ ۔ عثمان بن عفان کے زمانہ میں ایک شخص عثمان بن حنیف کے پاس پہنچا اور یہ شکایت کی کہ خلیفہ میری طرف توجہ نہیں کرتے اور میری کوئی حاجت پوری نہیں کرتے ہیں ۔ عثمان بن حنیف نے پیغمبر ص کی اس تعلیم سے فائدہ اٹھایا جو کہ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اور کہا : وضو کرو ، مسجد میں جاؤ ، دو رکعت نماز پڑھو اور پھر اس طرح دعا کرو ۔

" اللّٰهم انی اسئلك و اتوجه الیك نبینا محمد
نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی
فتقضی لی حاجتی "

(المعجم الکبیر (طبرانی) ، ج ۹ ، ص ۱۸)

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور اپنے نبیؐ محمدؐ پیغمبر رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اے محمدؐ میں آپؐ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے۔

۴- عمر کے زمانہ خلافت میں قحط پڑا۔ بلال بن حرث قبرِ پیغمبرؐ کے پاس آئے اور کہا:

یا رسول اللہ استسق لامتك فانّھم ھلکوا

(وفاء الوفا، ج ۴، ص ۱۳۷۴)

اے اللہ کے رسولؐ! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کہ وہ ہلاک ہوئی جاتی ہے۔

۵- محمد بن حرب ہلالی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: میں قبرِ پیغمبر کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عربی آیا اور کہا: السلام علیك یا رسول اللہ، خدا نے اس کتاب میں فرمایا ہے جو کہ آپؐ پر نازل کی ہے۔

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءُوك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توّابا رحیماً وقد جئتك مستغفراً من ذنبی مستشفعا بك الیٰ ربی۔"

(وفاء الوفا، ج ۴، ص ۱۳۶۱)

اور اگر وہ لوگ اس وقت جب انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا آپ کے پاس آتے اور خود بھی اللہ سے استغفار کرتے اور رسول اللہ بھی ان کے لئے استغفار کرتے وہ ضرور خدا کو بہت بڑا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔

میں آپ کے پاس آیا ہوں اس حال میں کہ خود بھی اپنے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگ رہا ہوں اور خدا کی بارگاہ میں آپ کو شفیع قرار دیتا ہوں۔

۶- عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے، انس بن مالک سے قبر پیغمبرؐ کی زیارت کی کیفیت معلوم کی اور کہا: کیا زیارت کے وقت قبلہ رو ہوں یا قبر پیغمبر کی طرف رخ کریں؟ مالک نے جواب دیا:

لم تصرف وجہك عنه وهو وسیلتك ووسیلة ابیك آدم الی الله یوم القیامة بل استقبله واستشفع به فیشفعك الله" قال الله تعالی: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك ....

(وفاء الوفا، ج ۴، ص ۱۳۷۶)

ان سے رخ کیوں موڑتے ہو؟ وہ (پیغمبر اسلام) روز قیامت تمہارا اور تمہارے باپ آدم کا وسیلہ ہیں ان کی طرف رخ کرو، انھیں اپنا شفیع قرار دو کہ تمہارے حق میں خدا ان کی شفاعت قبول کرے گا

خداوند عالم کا ارشاد ہے: ولو انهم اذ ظلموا ...''

۷۔ پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ کی شان میں امام شافعی کے یہ دو اشعار نقل ہوئے ہیں کہ جن سے امام شافعی کا پیغمبر اہل بیت سے توسل ثابت ہوتا ہے:

آل النبی ذریعتی   وهموا الیه وسیلتی
ارجو بهم اعطی غدا   بیدی الیمین صحیفتی

(الصواعق المحرقہ، ص ۱۷۸)

خدا کی بارگاہ میں آل نبی میرا وسیلہ ہیں ۔ان کے وسیلے سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرا نامۂ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

علی بن میمون امام شافعی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ابو حنیفہ کی زیارت کیلئے گئے اور کہا:

''اذا عرضت لی حاجة صلیت رکعتین وجئت الی قبره وسألت الله الحاجة عنده''

(تاریخ بغداد، ج ۱، ص ۱۲۳)

جب مجھے کوئی حاجب در پیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور اس کی قبر کی زیارت کے لئے جاتا ہوں اور وہاں خدا سے اپنی حاجت طلب کرتا ہوں۔

۸۔ حسن بن ابراهیم ابو علی خلال، اپنے زمانہ کے حنابلہ کے شیخ کہتے ہیں:

"ما همنی أمر فقصدت قبر موسیٰ بن جعفر فتوسلت به الاّ سهل اللہ لی ما احب"

(تاریخ بغداد، ج۱ص ۱۲۰)

جب بھی میرے سامنے کوئی اہم معاملہ آتا ہے میں اسی وقت موسیٰ بن جعفر کی قبر کی زیارت کے لئے جاتا ہوں اور انھیں وسیلہ قرار دیتا ہوں، میں خدا سے جو چیز بھی مانگتا ہوں بآسانی مجھے حاصل ہو جاتی ہے۔

۹۔ ابوبکر محمد بن مومل کہتے ہیں: میں اہل حدیث کے امام ابوبکر بن خزیمہ اور اسی کے پایہ کے شخص ابو علی الثقفی اور دوسرے بزرگوں کے ساتھ علی بن موسیٰ رضا کی قبر کی زیارت کے لئے طوس گیا:

"فرأیت من تعظیمه یعنی ابن خزیمه لتلك البقعه وتواضعه لها وتضرّعه عندها ما تحیرنا"

(تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۳۸۸)

میں یہ کیفیت دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ ابن خزیمہ اس بقعہ کی تعظیم کر رہے ہیں اور وہاں تضرع وزاری کر رہے ہیں۔

جو نمونے ہم نے بیان کئے ہیں وہ حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ان سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اصحاب، تابعین علماء اور فقہ وحدیث کے ائمہ کی یہ سیرت رہی ہے کہ وہ ہمیشہ اولیاء اللہ

سے توسل کرتے چلے آرہے ہیں اور حاجت روائی کے لئے انھیں وسیلہ قرار دیتے ہیں مسلمانوں کی یہ سیرت شرعی اعتبار سے صحیح ہے بلکہ اولیاء اللہ سے توسل کرنا، عہد صحابہ و تابعین اور ان کے بعد بھی ثابت ہے۔

۳

اولیاء اللہ کے آثار کو بابرکت سمجھنا

اولیاء اللہ سے عقیدت رکھنا اور ان سے اس لئے محبت کا اظہار کرنا، کہ وہ خدا کے محبوب و صالح بندے ہیں، ایک شائستہ عمل اور نیک کام ہے اور خدا کی بارگاہ میں ایک قسم کا تقرب ہے اور خود خداوند عالم نے اپنے شائستہ بندوں سے وعدہ کیا ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا کر دوں گا۔

"انّ الذین آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لھم الرّحمٰن ودّا"

(سورۂ مریم/ ۹۶)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال انجام دیئے ہیں، رحمٰن عنقریب ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا۔"

اس بات کو ہم سب ہی جانتے ہیں کہ محبت وعقیدت ایک قلبی اور باطنی

کیفیت ہے، ظاہر میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے، اس کے اظہار و اعلان کیلئے عقلمندوں کے درمیان مخصوص طریقے مرسوم ہیں، مگر جن طریقوں کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو ان پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔

خدا کی بارگاہ میں اولیاء اللہ اور اس کے مقرب و پاکیزہ بندوں سے محبت ظاہر کرنے کے طریقوں میں سے ایک یہ کہ شریعت نے جس کی نفی نہیں کی ہے، ان کے آثار و علائم کو بابرکت سمجھنا اور ہر اس چیز کا احترام کرنا ہے جس سے انسان کے دل میں یاد خدا زندہ ہو جائے۔

حجر اسود کو بوسہ دینا، خانہ کعبہ کا طواف کرنا یہاں تک وہ افعال و اذکار جنھیں ہم نماز کے عنوان سے بجالاتے ہیں سب ہی بارگاہ خدا میں عبودیت کی علامتوں میں سے ایک ہے اور اولیاء اللہ کے آثار کو متبرک سمجھنا بھی ہماری ان لوگوں سے قلبی محبت و عقیدت کا ثبوت ہے کہ جن کی محبت خدا نے ہم پر واجب کی ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ رسولؐ کے اصحاب بھی آپؐ کی وفات حسرت آیات کے بعد آنحضرتؐ سے اپنی قلبی محبت و عشق کے اظہار کے لئے ہر اس چیز کا احترام کرتے تھے جسے رسولؐ کی طرف نسبت دی جاتی تھی اور اسے متبرک سمجھتے تھے، جیسا کہ حضرت یعقوبؑ نے پیراہن یوسف کو، جو کہ محبوب کی نشانی تھی، اپنی آنکھوں پر رکھا چنانچہ ان کی آنکھوں میں بینائی پیدا ہو گئی۔

اب اس موضوع سے متعلق کچھ روایات ملاحظہ فرمائیں۔

۱. "عن عون بن ابی جحیفة عن ابیه قال اتیت النبی (ص)
وهو فی قبة حمراء من آدم و رأیت بلالاً اخذ
وضوء النبیّ والناس یتبادرون الوضوء فمن
اصاب منه شیئاً تمسح به و من لم یصب منه
شیئاً اخذ من بلل صاحبه"

(صحیح بخاری، ج ۷، ص ۲۸۳)

عون نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ: میں پیغمبرؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوا جبکہ آپ دباغت شدہ کھال کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے دیکھا کہ بلال آنحضرتؐ کے وضو کا پانی جمع کر رہے ہیں، ہر ایک اس پانی سے لے رہا ہے اور اپنے سر پر مل رہا ہے اور جو شخص پانی نہیں لے پا رہا ہے وہ کسی کے ہاتھ کی رطوبت ہی سے استفادہ کر رہا ہے

۲. عن ابی جحیفة قال:
خرج رسول اللّٰہ (ص) بالھاجرة الی البطحاء
فتوضأ ثم صلی الظھر رکعتین والعصر رکعتین
وبین یدیه عنزة قال: کان یمرّ من ورائھا
المارة وقام الناس فجعلوا یأخذون یدیه
فیمسحون بھا وجوھھم قال: فاخذت بیده
فوضعتھا علی وجھی فاذا ھی ابرد من الثلج ورائحة اطیب من المسک

ابی جحیفہ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ ایک روز ظہر کے وقت بطحیٰ تشریف لے گئے وضو کیا اور ظہر و عصر کی دو دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آپ کے سامنے ایک عصا تھا۔ کہتے ہیں: لوگ اس عصا کے پاس سے گزر رہے تھے وہ آپ کا دست مبارک پکڑتے اور بوسہ دیتے تھے، اپنے چہرے پر ملتے تھے۔ راوی کہتا ہے: میں نے بھی آنحضرتؐ کے دست مبارک کو اپنے چہرے پر ملا تو معلوم ہوا کہ آپؐ کا ہاتھ برف سے زیادہ سرد اور مشک سے زیادہ معطر ہے۔

۳- قال ابو بردة قال لی عبد الله بن سلام:

الا اسقیك فی قدح شرب منه النبی (ص)

(صحیح بخاری، ج ۷، ص ۲۰۶)

ابو بردہ کہتے ہیں: مجھ سے عبد اللہ بن سلام نے بیان کیا کہ: کیا میں تمہیں اس کاسہ سے سیراب نہ کروں جس سے پیغمبر نے پانی پیا تھا؟

جب وہ کاسہ عمر بن عبد العزیز کے ہاتھ میں پہنچا تو اس نے اسے محفوظ کر لیا[1]

اسی طرح بخاری نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم کیا ہے کہ جس میں پیغمبرؐ کی

---

[1] صحیح بخاری، ج ۷، ص ۲۰۷

زرہ، عصا، شمشیر، کاسہ، انگوٹھی اور ان چیزوں کو بیان کیا ہے جن کا آپؐ کے بعد صحابہ احترام کرتے تھے، اور پیغمبرؐ کی زلف، نعلین، ظرف کو صحابہ اور غیر صحابہ نے متبرک سمجھتے تھے، اسی باب میں بخاری نے کچھ روایات نقل کی ہیں [۱]

۴۔ عن سلمة بن الاکوع قال:

"بایعت النبی (ص) بیدی هذه فقبلناها فلم ینکر ذلك"

(حیاۃ الصحابہ، ج ۲، ص ۳۸۴)

سلمہ بن اکوع کہتے ہیں: میں نے اس ہاتھ سے پیغمبر کی بیعت کی تھی ہم نے اسے بوسہ دیا اور انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

۵۔ جاء الاشج یمشی حتی اخذ بید النبی (ص) فقبلها فقال له النبی اما ان فیك لخلقین یحبهما الله و رسوله..."

(حیاۃ الصحابہ، ج ۲ ص ۳۸۴)

اشج نے راہ طے کی یہاں تک پیغمبرؐ کا دست مبارک پکڑ لیا اور اسے بوسہ دیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: تمہارے اندر دو خصلتیں ہیں کہ جنھیں خدا اور اس کا رسولؐ پسند کرتے ہیں۔

---

[۱] صحیح بخاری، ج ۴، ص ۱۸۴

۶۔ عن یحیٰی بن الحارث قال:

لقیت واثلة بن الاسقع فقلت: بایعت بیدك هذه رسول الله (ص)؟ فقال: نعم قلت: اعطنی یدك اقبلها فاعطانیها فقبلتها۔

(مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۴۲)

یحیٰی بن حارث کہتے ہیں: میں نے واثلہ بن اسقع سے ملاقات کی اور کہا: کیا تم نے اپنے اس ہاتھ سے پیغمبرؐ کی بیعت کی تھی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا: ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں بوسہ دوں، انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اسے بوسہ دیا۔

۷۔ عن ابی جدعان قال ثابت لانس:

امسست النبی (ص) بیدك؟ قال: نعم فقبلها

(حیاۃ الصحابہ، ج ۲ ص ۳۸۵)

ابوجدعان کہتے ہیں: ثابت نے اس سے کہا: کیا آپ نے اپنے ہاتھ سے پیغمبر کو چھوا ہے؟ کہا: جی ہاں، لہٰذا میں نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

۸۔ عن عمار بن ابی عمار ان زید بن ثابت رکب یومًا فاُخذ ابن عباس برکابه فقال:

تنح یا ابن عم رسول الله۔ فقال: هکذا امرنا ان

نفعل بعلمائنا وکبرائنا. فقال زید: ارنی یدك فاخرج یده فقبلها فقال: هکذا امرنا ان نفعل باهل بیت نبینا۔

(کنز العمال، ج ۱۳ ص ۳۹۶)

زید بن ثابت ایک روز گھوڑے پر سوار تھے کہ ابن عباس نے رکاب تھام لی، زید نے کہا: اے رسولؐ کے چچا کے بیٹے، چھوڑ دیجئے پس ابن عباس نے کہا: ہمیں اسی طرح علماء اور بزرگوں کا احترام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ زید نے کہا: مجھے اپنا ہاتھ دکھایئے۔ ابن عباس نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو زید نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا: ہمیں اپنے پیغمبرؐ کے اہل بیت سے اس طرح پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۹۔ عن علی رضی اللہ عنہ قال:

لما رمس رسول اللہ (ص)، جائت فاطمۃ فوقفت علیٰ قبرہ واخذت قبضۃ من تراب القبر ووضعت علی عینیھا وبکت۔

(وفاء الوفا، ج ۴، ص ۱۴۰۵)

حضرت علی بن ابی طالبؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: جب پیغمبر اکرمؐ کو دفن کر دیا گیا تو فاطمہؑ آئیں اور آپؐ کی قبر کے پاس

کھڑی ہوئیں اور قبر سے ایک مشت خاک اٹھائی اور اپنی آنکھوں پر ڈالی اور گریہ فرمایا۔

۱۰۔ عن ابی الدردا:

ان بلالاً رأی فی منامہ النبی (ص)، وھو یقول لہ: ماھذہ الجفوۃ یا بلال اما آن لك ان تزورنی یا بلال؟ فانتبہ حزیناً وجلاً خائفاً فرکب راحلتہ وقصد المدینہ واتی قبر النبی (ص) فجعل یبکی عندہ ویمرّغ وجھہ علیہ واقبل الحسن والحسین فجعل یضمھما علیٰ صدرہ و یقبلھما۔

(تہذیب تاریخ دمشق، ج ۲، ص ۲۵۹)

ابو درداء کہتے ہیں: پیغمبرؐ کو بلالؓ نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: اے بلال یہ کیا جفا ہے؟ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ تم میری زیارت کو آؤ؟ بلال غمگین ومحزون بیدار ہوئے۔ اپنے مرکب پر سوار ہوئے، مدینہ کا رخ کیا اور قبر پیغمبرؐ پر آئے، گریہ کیا اور قبر کی خاک سے خاک مالی کر رہے تھے کہ حسنؑ وحسینؑ آگئے انھیں بھی سینہ سے لگایا اور بوسہ دیئے۔

۱۱۔ عن داود بن ابی صالح قال:

اقبل مروان یوماً فوجد رجلاً واضعاً وجهه علی القبر فقال : اتدری ما تصنع ؟ فاقبل علیه فاذا هو ابو ایوب ۔ فقال : نعم جئت الی رسول اللّٰہ ولم آت الحجر ۔ سمعت رسول اللّٰہ (ص) ۔ یقول : لا تبکوا علی الدین اذا ولیہ ولکن ابکوا علی الدین اذا ولیہ غیر اهله ۔ (مجمع الزوائد ، ج ۵ ، ص ۲۴۵)

مروان نے ایک دن ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنا سر قبر پیغمبرؐ پر رکھا ہے ۔ مروان نے کہا : جانتے ہو تم کیا کر رہے ہو ؟ وہ شخص مروان کی طرف متوجہ ہوا ، یہ ابو ایوب تھے ۔ جی ہاں جانتا ہوں ، میں رسول خدا کے پاس آیا ہوں ، پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں ۔ میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ : آپؐ نے فرمایا : جب دین کی باگ ڈور نیک لوگوں کے ہاتھوں میں ہو اس وقت دین کی حالت پر گریہ نہ کرو لیکن جب اس کے زمامدار نااہل بن جائیں تو اس پر گریہ کرو ۔

۱۲ ۔ ذکر الخطیب بن جملہ :

ان ابن عمر کان یضع یدہ الیمنی علی القبر الشریف وان بلالاً وضع خدیہ علیہ ایضاً

(وفاء الوفا ، ج ۴ ، ص ۱۴۰۵)

خطیب بن جملہ کہتے ہیں : ابن عمر نے اپنے دائیں ہاتھ کو پیغمبرؐ کی قبر مبارک

پر رکھا اور بلال نے بھی اس پر اپنا رخسار رکھا۔

۱۳- عن ابراهیم بن عبد الرحمٰن:

انه نظر الیٰ ابن عمر وضع یده علیٰ مقعد النبیؐ من المنبر ثم وضعها علی وجهه۔

(حیاۃ الصحابہ ج ۲، ص ۳۱۰)

ابراہیم بن عبد الرحمٰن سے منقول ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ ابن عمر منبر پر اس جگہ اپنا ہاتھ رکھتے تھے جہاں رسولؐ تشریف فرما ہوتے تھے اور اسے چہرے پر ملتے تھے۔

۱۴- عن عبد الله بن احمد بن حنبل قال:

سألت ابی عن الرجل یمس منبر رسول الله (ص)، و یتبرک بمسه و یقبله و یفعل بالقبر مثل ذلک رجاء ثواب الله تعالیٰ قال: لا بأس به۔

(وفاء الوفا، ج ۴، ص ۱۴۰۴)

عبد اللہ بن احمد بن حنبل کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے اس شخص کے بارے میں معلوم کیا جو کہ منبر رسولؐ کو مس کرتا ہے اور اسے متبرک سمجھتا ہے اور اسے بوسہ دیتا ہے اور اسی طرح قبر نبیؐ کے ساتھ بھی کرتا ہے اور اس کام کو ثواب کی نیت سے انجام دیتا ہے۔ والد نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ان احادیث سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ انبیاء اور اولیاء اللہ کے آثار و علامت کو پیغمبر اسلام کے زمانہ میں اور اسی طرح صحابہ و تابعین کے زمانہ میں متبرک سمجھا جاتا تھا اور رسولؐ اور آپؐ کے اصحاب نے اس سے ہرگز منع نہیں کیا ہے اور ان کا منع نہ کرنا بجائے خود ان بزرگوں کا ایک احترام ہے۔

۴

اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارت

انبیاء اور اولیاء اللہ کے مزاروں پر جانا اور ان کی معنوی شخصیت کے بارے میں غور کرنا اور یہ سوچنا کہ انہوں نے تہذیب نفس، ایمان اور تقوے کے ساتھ کس طرح خدا کا تقرب حاصل کیا ہے۔ اس میں بجائے خود انسان کے وجود کی تربیت کے آثار موجود ہیں اور یہ چیزیں انسان کو ان اقدار و تعلیمات کی یاد، دلاتی ہیں کہ جن کے لئے خدا کے نیک و شائستہ بندے ہمیشہ دعوت دیتے رہے ہیں۔

اسی طرح اولیاء اللہ کے مزار و مرقد کی زیارت بھی، غفلت کے پردوں کو اٹھاتی ہیں اور انسان کو عالم آخرت اور موت کے بارے میں سوچنے کا موقع فراہم کرتی ہیں، روز قیامت کی یاد دلاتی ہیں۔ عالم آخرت کو یاد، کرنے سے ایمان قوی ہوتا ہے نیز احکام خدا پر عمل کرنے اور گناہوں سے پرہیز کرنے کیلئے بہترین محرک ہے۔ انبیاء اور اولیاء اللہ ہمیشہ آخرت کی یاد میں زندگی گزارتے

رہے ہیں۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ابراہیم، اسحاق و یعقوب، تین عالی قدر پیغمبروں کے نام کا تذکرہ کرتا ہے اور ان کی مدح میں فرماتا ہے:

"واذکر عبادنا ابراھیم و اسحاق و یعقوب اولی الایدی والابصار انا اخلصنا ھم بخالصة ذکری الدار"

(سورہ ص: ۴۶ - ۴۵)

اور پیغمبرؐ ہمارے بندے، ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کا ذکر کیجئے جو کہ طاقت والے اور صاحبان بصیرت تھے ہم نے انھیں آخرت کی یاد کی صفت سے ممتاز کر دیا تھا۔

قبور و مزار کی زیارت کا ایک واضح فائدہ مرنے والوں سے عبرت اور قیامت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ یہ حقیقت رسولؐ کی متعدد حدیثوں میں بیان ہوئی ہے، ان میں سے بعض کو ہم عنقریب قارئین کے سامنے پیش کریں گے۔

اسی معنویت، خصوصیت اور تربیتی پہلو کی خاطر اسلام نے مزارات و قبور کی زیارت کو مستحب قرار دیا ہے، پیغمبرؐ نے اس کا حکم دیا ہے، خود بھی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے چنانچہ اپنے اصحاب کو قبور کی زیارت اور مردوں کو سلام کرنے کا طریقہ سکھاتے تھے۔

اگرچہ ان احادیث سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ابتداء میں پیغمبر اسلام

قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن بعد میں لوگوں کو قبروں کی زیارت کرنے کا حکم دیدیا تھا۔

شاید پہلے اس لئے منع کیا تھا کہ اس زمانہ کے زیادہ تر مرنے والے مشرک وبت پرست تھے اور پیغمبرؐ مشرکوں اور مسلمانوں کے درمیان کسی بھی رابطہ کو منقطع کردینا چاہتے تھے، چونکہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے مرنے والوں کی قبروں پر جاکر باطل اور شرک آمیز باتیں کہتے۔ لیکن جب اسلام کی جڑیں مضبوط ہوگئیں اور لوگوں کے درمیان توحید کے مبانی محکم ہوگئے اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا اور ان میں سے کچھ لوگ دنیا سے چلے گئے تو پیغمبرؐ نے قبروں کی زیارت کی اجازت دیدی اور مسلمانوں کو قبروں کی زیارت کے لئے جانے کی تاکید کی تاکہ ان کے تعمیری پہلوؤں سے فائدہ اٹھائیں۔

اب ہم اس سلسلے میں وارد ہونے والی بعض احادیث کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراتے ہیں اور اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ ان احادیث میں نہی کے بعد امر فقط اباحت اور ممنوعیت کو اٹھالینے کے لئے نہیں آیا ہے بلکہ پیغمبرؐ نے قبروں کی زیارت کے فوائد بھی بیان کئے ہیں جو کہ اس موضوع کے مستحسن اور مستحب ہونے پر دلیل ہے:

۱۔ عن بریدۃ قال رسول اللہ (ص)

قد کنت نهیتکم عن زیارۃ القبور، فزوروها فانها تذکر الآخرۃ (سنن ترمذی، ج ۳، ص ۳۷۰)

بریدہ کہتے ہیں کہ : پیغمبرؐ نے فرمایا : میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا آج کے بعد سے تم زیارت کیا کرو کہ اس سے تم آخرت کو فراموش نہیں کروگے ۔

۲۔ عن انس قال رسول اللہ (ص) :

"کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا فانھا ترق القلب وتدمع العین وتذکر الاخرۃ ولا تقولوا ھجراً ۔"

(کنز العمال ، ج ۱۵ ، ص ۶۴۶)

"انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا : میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کہ قلب نرم اور آنکھیں گریاں ہوتی ہیں اور آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے لیکن بیہودہ کلمات نہ کہنا ۔"

۳۔ عن انس قال : قال رسول اللہ (ص) :

نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تذکرکم الموت ۔

(مستدرک حاکم ، ج ۱ ، ص ۳۷۵)

انس کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا : میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کہ یہ تمہیں موت کی یاد

دلائے گی۔"

اس قسم کی بہت سی احادیث ہیں جنہیں صاحبان صحاح و مسانید نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے بعض میں تو آداب زیارت اور مُردوں کو سلام کرنے کا طریقہ بھی بیان ہوا ہے۔

قبرِ پیغمبرؐ کی زیارت

ان روایات کے علاوہ، جو کہ عمومی طور پر قبروں کی زیارت کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں، کچھ روایتیں مخصوص قبر پیغمبرؐ کی زیارت کے مستحب ہونے کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔ ہم ان میں سے بعض قارئین کے سامنے پیش کریں گے لیکن اس سے قبل یہ عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ:

خداوند عالم قرآن مجید میں گناہگاروں کو حکم دیتا ہے کہ وہ پیغمبرؐ کی خدمت میں جائیں، خود بھی استغفار کریں اور پیغمبرؐ بھی ان کے لئے خدا سے بخشش کی دعا کریں۔[1]

قرآن ہی میں دوسری جگہ ان لوگوں کی ستائش ہے جو کہ اپنے گھر سے خدا اور رسولؐ کی طرف ہجرت کے قصد سے نکلتے ہیں۔[2] دوسری طرف یہ بھی واضح ہے کہ پیغمبرؐ کی حیات و موت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ آپؐ وفات کے

[1] نساء / ۶۴ [2] نساء / ۱۰۰

بعد بھی اپنی امت کے اعمال کو دیکھتے ہیں یہ مفہوم ایک صحیح حدیث میں اس طرح بیان ہوا ہے:

عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی (ص)، قال:

"ان للہ ملائکۃ سیاحین یبلغون عن امتی السلام. قال وقال رسول اللہ (ص): حیاتی خیر لکم تحدثون و وتحدث لکم ووفاتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ علیہ و ما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم"

(مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۴)

ابن مسعود نے رسولؐ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: خدا کے کچھ فرشتے ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں اور میری امت کا مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح فرمایا: میری زندگی تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اگر نیک اعمال دیکھتا ہوں تو خدا کی حمد کرتا ہوں اور اگر برے اعمال دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے خدا سے استغفار کرتا ہوں۔

اس حدیث کے مضمون سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح زندگی میں پیغمبرؐ کا وجود خیر ہے اسی طرح موت کے بعد بھی آپؐ کا وجود پر برکت ہے اور آنحضرتؐ مرنے کے بعد ہمارے اعمال کو دیکھتے ہیں اور جس طرح

زندگی کی حالت میں گناہگاروں کے لئے استغفار فرماتے تھے اسی طرح مرنے کے بعد بھی استغفار کرتے ہیں۔ آپ کی موت وحیات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی بنا پر قبر کی زیارت کے لئے جانا اور آپ سے استغفار کی درخواست کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے آپ کی حیات میں ہم آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوں اور استغفار کا تقاضا کریں اور جو آیات پیغمبرؐ کے پاس جانے کو پسندیدہ فعل قرار دیتی ہیں وہی آپ کی قبر کی زیارت کو بھی مستحسن فعل قرار دیتی ہیں۔

اس سے قطع نظر، مختلف طریقوں سے متعدد حدیثیں اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں کہ قبر پیغمبرؐ کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ عن عبد اللہ بن عمر قال: قال رسول اللہ (ص):

"من زار قبری وجبت له شفاعتی"

(سنن دار قطنی، ج ۲، ص ۲۷۸)

پیغمبرؐ خدا کا ارشاد ہے: جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا اس کیلئے میری شفاعت واجب ہے۔

۲۔ عن عبد اللہ بن عمر قال: قال رسول اللہ (ص):

"من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن زارنی فی حیاتی"

(سنن بیہقی، ج ۵، ص ۲۴۶)

رسول خداؐ کا ارشاد ہے: جو شخص حج کرے اور میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کرے تو اس کی مثال اس شخص کی ہے جس نے میری

حیات میں میری زیارت کی ہے۔

۳۔ عن حاطب بن ابی بلتعہ قال: قال رسول اللہ (ص):

من زارنی بعد موتی فکأنما زارنی فی حیاتی

(سنن دار قطنی، ج ۲، ص ۲۷۸)

رسول اکرم کا ارشاد ہے: جس نے میری موت کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔

قبر پیغمبر کی زیارت کے سلسلے میں جو احادیث کتب و جوامع میں نقل ہوئی ہیں ان میں مختلف جملے استعمال ہوئے ہیں اور صدیوں سے حفاظ و محدثین انھیں نقل کرتے چلے آرہے ہیں اور وارد ہونے والی احادیث کے مجموعہ کے پیش نظر ان کی صحت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح صحابہ کے زمانہ سے مسلمانوں کی یہ سیرت رہی ہے کہ وہ دور اور نزدیک سے والہانہ طور پر قبر پیغمبر کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور اسے خدا کے تقرب کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔

قبروں کی زیارت کے لئے سفر

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اولیاء اللہ، مومنین اور خصوصاً قبر پیغمبر کی زیارت کرنا مستحب ہے اور صحیح روایات میں اس کا حکم وارد ہوا ہے۔ اس بنا پر اگر کوئی شخص قبور کی زیارت کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر کرے تو یہ سفر

بھی مستحب ہے، کیونکہ ایک مستحب کام کے لئے ہے۔

جب صحیح احادیث کے مطابق قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب ؒ مشروع ہے، تو اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ انسان اپنے گھر سے ان قبور کی زیارت کے لئے نکلے جو کہ اس کے شہر میں واقع ہیں یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں قبور کی زیارت کے لئے سفر کرے۔ بہرحال اس مقصد کے لئے جو مسافت وہ طے کرتا ہے، یہ مسافت کم ہو یا زیادہ، ان صورتوں میں زیارت کا قصد اپنی جگہ ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے

اس سلسلے میں بھی متعدد احادیث موجود ہیں جو کہ واضح طور پر قبور کی زیارت کے سفر کو مشروع و جائز قرار دیتی ہیں۔ اب چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

۱۔عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ص، حين مرّ علیٰ شهداء احد:

اشهد ان هؤلاء شهداء عندالله يوم القيامة فأتوهم وزوروهم والذی نفسی بيده لا يسلّم عليهم احد الیٰ يوم القيامة الّا ردوا عليه۔

(مستدرک حاکم، ج ۲، ص ۲۴۸)

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ: جب پیغمبرؐ جنگ احد کے شہداء کے قریب سے گزرے تو فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ قیامت کے دن خدا کی بارگاہ میں شہید ہیں، پس ان کے پاس جاؤ اور ان کی زیارت کرو۔ قسم اس خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ قیامت تک جو شخص بھی انھیں سلام کرے وہ اس کا جواب دیں گے۔

۲۔ عن طلحہ بن عبید اللہ قال :

خرجنا مع رسول اللہ یرید قبور الشہداء ... الیٰ ان قال : فلما جئنا قبور الشہداء قال : ہذہ قبور اخواننا ۔

(سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۱۹)

طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ ہم پیغمبرؐ کے ساتھ (مدینہ سے) باہر نکلے آپؐ شہداء کی قبروں کی زیارت کے مقصد سے نکلے تھے۔ جب ہم شہیدوں کی قبروں کے پاس پہنچے تو آپؐ نے فرمایا : یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں ۔

یہاں شہیدوں کی قبور سے مراد احد کے شہداء کی قبریں ہیں جو کہ مدینہ سے چند کلو میٹر کے فاصلہ پر ہیں ۔

۳۔ عن ابی الدرداء ان بلالاً رأی فی منامہ النبی ص، وہو یقول لہ :

"ماہذہ الجفوۃ یا بلال اما آن لک ان تزورنی یا بلال ؟ فانتبہ حزیناً وجلاً خائفاً فرکب راحلتہ وقصد المدینۃ و اتی قبر النبی ...

(تہذیب تاریخ دمشق، ج ۲، ص ۲۵۹)

اس حدیث کا گزشتہ صفحات میں مکمل ترجمہ بیان ہو چکا ہے

۴۔ علی بن الحسین عن ابیہ قال :

"کانت فاطمة تزور قبر عمها حمزة فی کل جمعة فتصلّی وتبکی عنده"

(سنن بیہقی، ج ۴، ص ۷۸)

فاطمۂ زہراء ہر جمعہ کو اپنے عمو جناب حمزہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں اور وہاں نماز پڑھتیں اور گریہ کرتی تھیں۔

۵۔ عن شهر بن حوشب قال لما اسلم کعب الاحبار عند عمر و هو فی بیت المقدس، فرح عمر باسلام کعب الاحبار ثم قال:

"هل لك ان تسیر معی الی المدینة فتزور قبر النبی (ص) وتتمتع بزیارته؟ قال نعم یا امیر المؤمنین انا افعل ذلك"

(فتوح الشام، ج ۱، ص ۲۴۴)

جب بیت المقدس میں کعب الاحبار عمر کے سامنے مسلمان ہوا تھا۔ اس وقت عمر کعب الاحبار کے مسلمان ہونے سے بہت خوش ہوئے تھے اور اسے کہا تھا: کیا تم میرے ساتھ مدینہ چلوگے تاکہ قبر پیغمبر کی زیارت کرو اور اس سے کیف حاصل کرو؟ اس نے کہا: جی ہاں امیر المؤمنین میں چلوں گا
اس واقعہ اور مسلمانوں کی مستمر سیرت کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنا مستحب و مشروع ہے اور جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ قبور کی زیارت کرنا صحیح احادیث کی رو سے ایک مستحب عمل ہے، لہٰذا اس عمل کیلئے

سفر کرنا بھی مستحب ہے۔

یہاں جس چیز کو موضوع بحث قرار دیا جا سکتا ہے وہ مشہور حدیث "تدرحال" ہے جو کہ مختلف عبارتوں میں پیغمبر سے نقل ہوئی ہے منجملہ ان کے یہ بھی ہے:

عن ابی هريرة، قال: قال رسول الله ص،:

"لا تشد الرحال الآ الیٰ ثلاثة مساجد مسجدی هذا و مسجد الحرام و المسجد الا قصیٰ"

(صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۲۶)

پیغمبرؐ نے فرمایا: صرف تین مساجد کے لئے رخت سفر باندھو، وہ ہیں میری مسجد، مسجد الحرام اور مسجد الاقصیٰ۔

بعض لوگوں نے اس حدیث سے استناد کرتے ہوئے یہ گمان کیا ہے کہ اولیاء اللہ انبیاء کی قبروں یہاں تک کہ قبر پیغمبر اسلام کے لئے اسباب سفر باندھنا حرام ہے کیونکہ اس حدیث میں تین مسجدوں کے سفر کے علاوہ ہر ایک سفر سے منع کیا گیا ہے جبکہ مذکورہ حدیث کسی طرح بھی مساجد سہ گانہ کے علاوہ دوسرے سفر سے منع نہیں کرتی ہے بلکہ یہ حدیث ان "تینوں مساجد کی دیگر مساجد پر فضیلت و عظمت کو بیان کرتی ہے اور ان مسجدوں میں نماز پڑھنے کا اتنا زیادہ ثواب ہے کہ اس کیلئے انسان رنج سفر برداشت کرے اور ان مسجدوں میں ثواب حاصل کرنے کے لئے وہاں جائے۔ یہ حدیث تین عبارتوں کے ساتھ نقل ہوئی ہے اور ان میں سے ایک بھی اشارۂ امر و نہی کو بیان نہیں کرتی ہے بلکہ اخبار کی صورت میں ہے وہ "تین

عبارتیں یہ ہیں :

لا تشد الرحال الّا الی ثلاثة مساجد . . .

انما یسافر الیٰ ثلاثة مساجد . . .

تشد الرحال الیٰ ثلاثة مساجد . .

(تینوں عبارتیں : صحیح مسلم، ج ۴، ص ۱۲۶ میں ہیں)

حدیث کی عبارت میں غور کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث دوسری جگہ سفر کرنے سے منع نہیں کرتی ہے بلکہ یہ حدیث ان تین مسجدوں کی دوسری مسجدوں پر فضیلت بیان کرتی ہے ۔ اس بات کو بھی سب ہی جانتے ہیں کہ جہاد، طلب علم اور زمین کی سیر کے لئے سفر کرنا مستحب ہے اسی طرح حج کرنے والے پر منیٰ، عرفات اور مشعر کا سفر واجب ہے ۔

دوسرے یہ کہ پیغمبر اکرم نے لوگوں کو مسجد قبا جانے کی ترغیب دیدی جو کہ اس زمانے میں مدینہ سے کئی کلومیٹر دور واقع تھی چنانچہ آپ خود بھی غالباً ہر شنبہ کو مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے ۔

عن سهل بن حنيف قال : قال رسول الله (ص) :

من تطهر فی بیته ثم اتی مسجد قباء فصلّی فيه صلاة كان له كأجر عمرة .

(سنن ابن ماجه، ج ۱، ص ۴۵۳)

جو شخص اپنے گھر طہارت (وضو) کرے اور پھر مسجد قبا جائے اور

وہاں نماز بجالائے تو اس کے لئے ایک عمرہ کا ثواب ہے۔

عن ابن عمر قال:

کان النبی یأتی مسجد قباء کل سبت ماشیا و راکباً

(صحیح بخاری، ج ۲ ص ۱۳۷)

رسول خدا شنبہ، شنبہ کبھی پیادہ اور کبھی سواری سے مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے۔

اسی طرح پیغمبر اور بعض اصحاب احد کے شہداء کی قبروں کی زیارت کے لئے جاتے تھے، اس سے مربوط احادیث ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

عورتوں کے لئے قبور کی زیارت

عورتیں بھی مردوں کی طرح قبروں کی زیارت کے لئے سفر کریں اور عبرت آموزی اور آخرت کی یاد تازہ کرنے کے لئے ان سے مستفید ہوں، خدا کے دوسرے احکام کی طرح اس حکم میں بھی مرد و عورت یکساں ہیں۔ ہاں اگر قبور پر جانے کے بہانے خودنمائی کرے تو یہ کام حرام ہے، اور زیارت کے لئے جانا ممنوع ہے کیونکہ قبور کی زیارت کے لئے جانا اس وقت ایک حرام کام اور اخلاقی کجروی کا وسیلہ بن جائے گا۔ اور اس کی روک تھام ضروری ہے۔ اسی لئے رسول اکرمؐ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو کہ قبروں کی زیارت کے بہانے خودنمائی کرتی تھیں۔

عن ابن هریرۃ :

ان رسول اللہ لعن زوارات القبور

(سنن ترمذی، ج ۳، ص ۳۷۲)

ابن ہریرہ نے رسول خدا سے نقل کیا ہے کہ آپ مستقل طور پر قبور کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرماتے تھے۔

اس حدیث میں "زوارات" عورتوں پر لعنت کی گئی ہے، زوارات مبالغہ کا صیغہ ہے جس کی دلالت کثرت و مداومت پر ہے۔ اس بنا پر پیغمبرؐ کی مراد وہ عورتیں ہیں جو کہ قبور کی زیارت کو اپنا مستقل مشغلہ بنا لیتی ہیں اور اخلاقی فساد و فتنہ انگیزی کا سبب بنتی ہیں۔

لیکن اگر عورتیں صرف ثواب کے حصول اور عبرت آموزی، قیامت کی یاد اور مردوں پر سلام بھیجنے کی خاطر قبور کی زیارت کے لئے جائیں اور فتنہ کا خوف نہ ہو تو وہ پیغمبرؐ کی لعنت کا مصداق نہیں ہیں اور انہوں نے مستحب عمل انجام دیا ہے۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ترمذی رقمطراز ہیں :

"ان ھذا کان قبل ان یرخص النبی (ص) فی زیارۃ القبور فلما رخص دخل فی رخصتہ الرجال و النساء۔"

یہ حدیث اس زمانہ سے متعلق ہے کہ جب پیغمبرؐ نے قبور کی زیارت کی اجازت نہیں دی تھی، لیکن جب قبروں کی زیارت کی اجازت دیدی تو پھر اس اجازت میں مرد و عورت دونوں داخل ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حیات رسولؐ میں اور آپؐ کی وفات کے بعد جب کبھی عورتیں زیارت کے لئے جاتی تھیں تو انھیں روکا نہیں جاتا تھا یہاں تک کہ آنحضرتؐ نے عائشہ کو قبور کی زیارت کے آداب اور اہل قبر کو سلام کرنے کا طریقہ سکھایا ہے۔

اب اس موضوع سے متعلق چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ عن عائشة فی حدیث طویل قالت قال رسول اللّٰہ (ص) :

"... فامرنی ربی آتی البقیع فاستغفر لھم. قلت کیف أقول یا رسول اللّٰہ ؟ قال : قولی : السلام علیٰ اھل الدیار من المومنین والمسلمین. یرحم اللّٰہ المستقدمین منا والمستأخرین وانا ان شاء اللّٰہ بکم لاحقون"

(سنن نسائی، ج ۴، ص ۹۳)

عائشہ رسول اکرمؐ کی ایک طویل حدیث نقل کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بقیع جاؤں اور ان (مدفون لوگوں) کیلئے استغفار کروں۔ میں نے عرض کی : اے اللہ کے رسولؐ میں کیا کہوں ؟ فرمایا : تم السلام علی اھل الدیار من المومنین والمسلمین کہو اور یہ کہ خدا ہم میں سے پہلے والوں اور بعد والوں پر رحم کرے اور انشاءاللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔

۲۔ عن عبد اللّٰہ بن ابی ملیکة ان عائشة اقبلت ذات یوم من المقابر

فقلت لها:

"یا ام المومنین من این اقبلت؟ قالت من قبر اخی عبد الرحمان. فقلت لها: الیس کان نهی رسول الله عن زیارة القبور؟ قالت نعم کان نهی عن زیارة القبور ثم امر بزیارتها۔

(نیل الاوطار، ج ۴، ص ۱۱۰)

"ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں: ایک روز عائشہ قبرستان کی طرف سے آ رہی تھیں میں نے پوچھا: اے ام المؤمنین آپ کہاں سے تشریف لا رہی ہیں؟ فرمایا: اپنے بھائی عبد الرحمٰن کی قبر سے۔ میں نے کہا: کیا پیغمبرؐ نے قبور پر جانے سے منع نہیں کیا تھا؟ فرمایا: ہاں منع کیا تھا لیکن اس کے بعد قبور کی زیارت کا حکم دیدیا تھا۔"

۳۔ "کانت فاطمة تزور قبر عمها حمزة کل جمعة۔"

(سنن بیہقی، ج ۴، ص ۷۸)

"فاطمہ زہراء جمعہ، جمعہ اپنے عم جناب حمزہ کی قبر کی زیارت فرماتی تھیں"

اس روایت کو ہم کامل طور پر نقل کر چکے ہیں۔

۴۔ عن انس بن مالک قال:

"مر النبی (ص) بامرأة تبکی عند قبر فقال: اتقی الله

"واصبری. قالت: الیک عنی فانک لم تصب بمصیبتی ولم تعرفه. فقیل لها: انه النبی (ص)، فأتت باب النبی (ص)، فلم تجد عنده بوابین. فقالت: لم اعرفک فقال: الصبر عند الصدمة الاولی"

(صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۷۱)

انس بن مالک کہتے ہیں: ایک روز پیغمبر اکرمؐ ایک عورت کے پاس سے گزر رہے تھے جو کہ ایک قبر پر بیٹھی گریہ کر رہی تھی، آپؐ نے اس فرمایا: خدا سے ڈرو اور صبر کرو۔ عورت نے کہا: مجھے چھوڑ دیجئے آپؐ پر وہ مصیبت نہیں پڑی ہے جو مجھ پر پڑی ہے۔ عورت نے آپؐ کو نہیں پہچانا تھا۔ جب لوگوں نے بتایا کہ پیغمبر اکرم تھے تو وہ پیغمبر اکرم کے در دولت پر آئی دیکھا کہ دروازہ پر دربان نہیں ہے۔ عرض کی: میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا: مصیبت میں صبر کرنا بہتر ہے۔

ملاحظہ فرمایا آپنے کہ پیغمبر اکرمؐ نے اس عورت کو صرف صبر کی تلقین کی لیکن قبر کی زیارت سے منع نہیں کیا۔ یہ اور مذکورہ احادیث واضح طور پر اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ عورتیں بھی قبور کی زیارت کیلئے جائیں اور جن روایات میں عورتوں کو قبور کی زیارت سے منع کیا گیا ہے، وہ اس زمانہ سے متعلق ہیں جس میں پیغمبرؐ نے قبور کی زیارت کی اجازت نہیں دی تھی یا ان (احادیث) کا تعلق ان عورتوں سے ہے کہ جنہوں نے قبور کی زیارت کو مستقل مشغلہ بنا لیا تھا اور ان کے بارے میں فساد و فتنہ انگیزی کا احتمال تھا۔

۵

اولیاء اللہ کی قبور کی تعمیر

اولیاء اللہ کو عظمت دینا درحقیقت ایمان و تقویٰ اور معنوی اقدار کو عظیم سمجھنا ہے، ان اوصاف کی ترویج کرنا ہے جن سے اولیاء اللہ متصف تھے۔ خداوندِ عالم نے مسلمانوں کے سامنے اپنے رسولؐ کو نمونے اور اسوۂ حسنہ کے عنوان سے پیش کیا ہے اور اسی طرح رسولؐ کے اہل بیت، ان کے اصحاب کبار اور اولیاء اللہ سے محبت کرنا واجب قرار دیا ہے۔

محبت ایک باطنی شئی ہے، اور اس کا اظہار تعظیم و تکریم ہی سے ہوتا ہے۔ درحقیقت اظہار محبت ہی اولیاء اللہ کی تکریم ہے رسولؐ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے اور اسے ایمان کی علامت جانا ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ اولیاء اللہ کا خدا کے نزدیک جو مقام و مرتبہ ہے وہ ان کی موت سے ختم نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے جس حیات خدا کے نزدیک

جو مقام حاصل کیا تھا وہ موت کے بعد عالم برزخ میں یہاں تک قیامت میں بھی باقی رہتا ہے اسی لئے مرنے کے بعد بھی ان کی تعظیم کرنا ضروری ہے۔

جیسا کہ اولیاء اللہ کی قبور کی زیارت بھی ان سے محبت و عقیدت کا اظہار ہے، ان کی قبروں کی تعمیر اور ان کے آثار کی حفاظت بھی محبت و حق شناسی کی علامت ہے۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ ساری ملتوں میں اس کا رواج رہا ہے یہاں تک کہ اسلام سے قبل بھی انبیاء اور اولیاء اللہ کی قبور یہاں تک ان کی نشست و برخاست کی جگہوں کو بھی لوگ آباد کرتے تھے اور ان کی یادگاروں کو زندہ رکھتے تھے۔

یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے بعض افراد افراط کا شکار تھے، وہ انبیاء کے قبور کو سجدہ گاہ یا قبلہ گاہ سمجھتے تھے اور ان کی پوجا کرتے تھے اور نتیجہ میں شرک میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ لیکن جو لوگ انبیاء اور اولیاء اللہ کی قبور کو اس لئے تعمیر کرتے ہیں کہ وہ خدا کے صالح اور شریف بندے تھے ان کے اس کام کا پوجا کرنے والوں کے کام سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔

انبیاء اور اولیاء اللہ کی قبروں کی تعمیر کرنے اور ان پر عمارت بنانے کا ان کی پرستش سے کوئی تعلق نہیں ہے چنانچہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی پوجا کرنے لگے اور انھیں خدا کا شریک ٹھہرا دیا، جبکہ ان کی قبر کا بھی پتہ نہیں ہے چہ جائیکہ ان کی قبر پر عمارت بناتے اور اس پر گنبد تعمیر کرتے، اس کے برعکس حضرت ابراہیمؑ کی قبر کو دیکھئے، معیّن ہے۔ اسلام سے بھی پہلے سے اس پر عمارت و قبہ موجود ہے لیکن اس کی پرستش نہیں کی جاتی ہے۔ اس بنا پر قبروں پر عمارت و قبہ

بنانے کا لازمہ ان کی پوجا نہیں ہے، اگر کسی قبر کی پوجا کی جانے لگے اور اس پر کوئی عمارت وقبہ نہ ہو تو بھی شرک ہے اور پیغمبروں کے توحیدی آرمان کے منافی ہے

قرآن مجید ابراہیمؑ کے جائے قدم پر نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے: "اتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ[۱]" اس میں شک نہیں ہے کہ مقام ابراہیم پر نماز پڑھنا ان کی پرستش نہیں ہے بلکہ اس ذات کا احترام مقصود ہے جو کہ توحید کی چیمپین رہی ہے

اس کے بعد قرآن مجید اصحاب کہف کے بارے میں دو جماعتوں کی گفتگو نقل کرتا ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ ہم اصحاب کہف کے مدفن پر عمارت بنائیں گے اور دوسری جماعت کہتی تھی کہ ہم ان کے مدفن پر مسجد بنائیں گے۔ چنانچہ وہاں مسجد ہی بنائی گئی۔ واضح رہے یہ دونوں جماعتیں اس زمانہ کی موحد تھیں، لیکن قرآن نے ان پر اعتراض نہیں کیا:

"اذ یتنازعون بینھم امرھم فقالوا ابنوا علیھم بنیانا ربھم اعلم بھم قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجداً۔"

(کہف/ ۲۱)

جب ان کے درمیان (اصحاف کہف کے بارے میں) اختلاف رونما

---

[۱] بقرہ/ ۱۲۵

ہوا تھا اس وقت کہا: وہاں (مدفن پر) پر ایک عمارت بنادیں خدا بہتر جانتا ہے اور جن لوگوں کا منصوبہ کامیاب ہوا وہ کہتے تھے ہم وہاں مسجد بنائیں گے۔

اسی طرح قرآن مجید شعائر اللہ کی تعظیم کو دلوں کے تقوے کی علامت قرار دیتا ہے، شعائر اللہ سے مراد، اس کے دین کی نشانیاں ہیں اور جیساکہ حجر اسود، صفا و مروہ، عرفات، مشعر اور وہ اونٹ جسے حج میں قربان کیا جاتا ہے، شعائر اللہ ہیں۔ اسی طرح انبیاء اور اولیاء اللہ بھی شعائر اللہ ہیں اور ان کی تعظیم گویا شعائر اللہ کی تعظیم ہے اور چونکہ اسلام میں اصل اباحت ہے، جس نہج سے بھی لوگوں کے درمیان مرسوم ہوتی ہے شارع اس سے منع نہیں کرتا ہے لہٰذا انبیاء و اولیاء اللہ کی تعظیم کی جاسکتی ہے اور ان کی قبور پر عمارت و قبے قائم کئے جاسکتے ہیں (اور وہ بعض حدیثیں جو کہ اولیاء اللہ کی قبور پر عمارت بنانے کی نہی کرتی ہیں، ان سے ہم آئندہ بحث کریں گے)

عہد پیغمبرؐ اسلام سے آج تک مسلمانوں کی یہ سیرت رہی ہے کہ وہ اولیاء اور صالح لوگوں کی قبروں پر شناخت کے لئے کوئی علامت لگا دیتے تھے اور ایک اعتبار سے انھیں تعمیر کرتے تھے، مختصر یہ کہ یہ کام ہر زمانہ میں اقتصادی حالات کے مطابق انجام پاتا تھا۔

اب ہم احادیث و تاریخ سے ماخوذ بعض نمونے پیش کرتے ہیں:

۱۔ عن انس بن مالک قال:

ان رسول اللہ صؐ، اعلم قبر عثمان بن مظعون بصخرۃ

(سنن ابن ماجہ، ج ا ص ۴۹۸)

انس کہتے ہیں: پیغمبر اکرمؐ نے عثمان بن مظعون کی قبر پر علامت کے طور پر ایک پتھر رکھ دیا تھا۔

عن المطلب قال:

"لما مات عثمان بن مظعون اخرج جنازته فدفن امر النبی (ص) رجلا ان یاتیه بحجر فلم یستطیع حمله فقام الیها رسول الله (ص) ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال: اتعلم بها قبر اخی وادفن الیه من مات من اهلی"

(سنن ابی داود، ج ۲، ص ۶۹)

مطلب کہتے ہیں جب عثمان بن مظعون کا انتقال ہوا اور ان کے جنازہ لوگ باہر لائے اور دفن کر دیا تو پیغمبر اکرمؐ نے ایک شخص کو ایک پتھر لانے کا حکم دیا وہ پتھر نہ اٹھا سکا تو پیغمبرؐ خود اٹھے اور پتھر اٹھا کر عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس رکھ دیا اور فرمایا: یہ میں نے اپنے بھائی کی قبر پر علامت رکھ دی ہے اور میرے خاندان میں سے جو بھی مرے گا اسے اس کے پہلو میں دفن کر دوں گا۔

عن ابی بکر بن محمد بن عمرو قال:

"رأیت قبر عثمان بن مظعون وعنده شیئ مرتفع یعنی کانه علم"

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۹۷)

ابوبکر بن محمد کہتے ہیں: میں نے عثمان بن مظعون کی قبر دیکھی کہ جس کے پاس کوئی بلند چیز رکھی ہوئی تھی گویا کوئی علامت تھی۔

عن ابن شہاب:

"ان رسول اللّٰہ جعل اسفل مہراس علامة علی قبر عثمان بن مظعون لیدفن الناس حولہ فلما استعمل معاویة مروان بن الحکم علی المدینة حمل المہراس علی قبر عثمان"

(وفاء الوفاء، ج ۳، ص ۹۱۴)

ابن شہاب کہتے ہیں: پیغمبر اکرمؐ نے ایک تراشے ہوئے پتھر کو عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس علامت کے طور پر رکھ دیا تھا لیکن جب معاویہ نے مروان کو مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا تھا تو مروان نے اس پتھر کو عثمان بن مظعون کی قبر سے اٹھا کر عثمان بن عفان کی قبر پر رکھ دیا تھا

۲۔ عن ابی جعفر:

ان فاطمة۔ رضی اللہ عنہا۔ کانت تزور قبر حمزة ترمہ وتصلحہ وقد تعلمتہ بالحجر"

(وفاء الوفا، ج ۳ ص ۹۳۲)

ابو جعفر کہتے ہیں: فاطمہ زہرا جناب حمزہ کی زیارت کرتی تھیں اور اسکی تعمیر و ترمیم کراتی تھیں اور پتھر کے ذریعہ اس پر علامت

قائم کر دی تھی۔

۳۔ جب رسول خدا نے انتقال فرمایا تو آپ کے جنازہ کو آپؐ کے حجرہ ہی میں دفن کیا گیا، اس حجرہ میں دیوار اور چھت تھی۔ اسی طرح خلیفہ اول و دوم کا جنازہ بھی اسی حجرہ میں دفنا گیا، اگر قبر پر عمارت بنانا حرام ہوتا تو مسلمان کبھی حجرہ میں دفن نہ کرتے، اور اصل قضیہ میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ قبر پر عمارت پہلے سے موجود ہو یا بعد میں بنائی جائے، کیونکہ دونوں صورتوں میں قبر پر عمارت کا ہونا تعظیم کی علامت ہے اور پھر یہ بھی نہیں، مسلمانوں نے پیغمبرؐ اور خلفاء کے دفن کے بعد اس حجرہ کو منہدم نہیں کیا یہاں تک کہ جب عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں اس حجرہ کی دیوار منہدم ہو گئی جس میں آنحضرتؐ دفن ہیں، تو عمر بن عبد العزیز کے حکم سے اس کی تعمیر کی گئی[۱]۔ چنانچہ ہر زمانہ میں اس حجرہ کی تعمیر ہوتی رہی یہاں تک اس پر گنبد خضراء کی تعمیر کی گئی۔

۴۔ جب عباس بن عبد المطلب کا انتقال ہوا تو انھیں عقیل کے گھر میں دفن کیا گیا[۲] اسی طرح اہل بیت میں سے چار اشخاص: حسن ابن علیؑ، علی بن الحسینؑ، محمد بن علیؑ اور جعفر بن محمدؑ بھی جناب عقیل ہی کے گھر میں دفن کئے گئے ہیں اور اس سے قبل آنحضرتؐ کے فرزند ابراہیمؑ کو بھی محمد بن زید کے گھر میں دفن کیا گیا تھا[۳] اور سعد بن معاذ کو

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۰۷

۲۔ وفاء الوفا ج ۳ ص ۸۹۳

۳۔ وفاء الوفا ج ۳ ص ۹۱۰

ابن افلح کے گھر میں دفن کیا گیا تھا اور اس پر بھی قبہ تھا۔[1]

۵۔ جب مسلمانوں نے فلسطین کو فتح کیا تو وہاں کے شہروں میں پیغمبروں، جیسے الخلیل، حضرت ابراھیم کی قبر کو برقرار رکھا اور بیت المقدس و بیت اللحم، کہ جہاں جناب یعقوبؑ و جناب یوسفؑ اور جناب داؤدؑ و سلیمانؑ کی قبروں کو منہدم نہیں کیا، یہاں تک بیت المقدس کی فتح میں خود خلیفۂ دوم موجود تھے۔ بیت اللحم کے ایک گوشہ میں جو کلیسا تھی اس میں نماز پڑھی اور اسے مسجد قرار دیا اور وہاں کے ذمہ داروں کو اس کی صفائی اور چراغ بتی کرنے کی اجازت دی۔ اسی گوشہ میں جناب داؤد و جناب سلیمان کی قبریں تھیں۔[2]

تاریخ و احادیث میں ایسے بہت سے نمونے موجود ہیں اور سب اس بات کے غماز ہیں کہ پیغمبرؐ اکرمؐ صحابہ اور تابعین کے عہد میں اس زمانہ کی اقتصادی حالت کے مطابق قبروں کی تعمیر کی جاتی تھی اور انبیاء و اولیاء اللہ کی قبر پر عمارت بنانا، چھت ڈالنا ممنوع نہیں تھا بلکہ بعض موقعوں پر خود انہوں نے ایسے کام انجام دیئے ہیں اور انھیں اولیاء اللہ کی تعظیم سمجھا ہے۔

ممنوع قرار دینے والی احادیث کا تجزیہ

حدیث کی بعض کتابوں میں ایسی روایات نقل ہوئی ہیں کہ جن سے بعض افراد

---

[1] وفاء الوفاء ج ۳ ص ۹

[2] معجم البلدان ج ۱ ص ۵۲۲

نے انبیاء اور اولیاء اللہ کی قبر کی زیارت کو حرام سمجھ لیا ہے، جبکہ ان روایات کی سند میں ضعف ہے اور واضح دلالت نہیں ہے۔ ہم سند کے ضعف اور دلالت کے ابہام سے قبل بعض روایات کے متن کو نقل کرتے ہیں:

۱- عن ابی الھیاج الاسدی قال: قال لی علی بن ابیطالب:

"الا ابعثك علی ما بعثنی علیه رسول الله (ص)، ان لا تدع تمثالاً الا طمسته ولا قبراً مشرفاً الا سویته"

(صحیح مسلم، ج ۳، ص ۶۱)

ابوالہیاج کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن ابیطالب نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی ترغیب نہ دلاؤں جس کی ترغیب مجھے رسول اکرمؐ نے دلائی تھی؟ یہ کہ کسی تصویر کو مٹائے بغیر نہ چھوڑو اور کسی بلند قبر کو زمین سے ہموار کئے بغیر نہ چھوڑو۔

۲- عن ابی الزبیر عن جابر قال:

"نھی رسول الله (ص)، ان یجصص القبر وان یقعد علیه وان یبنی علیه۔"

(صحیح مسلم، ج ۳، ص ۶۲)

جابر کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے قبر پر پلاسٹر کرنے، بیٹھنے اور عمارت بنانے سے منع کیا ہے۔

۳- عن ام سلمة قالت:

"نھی رسول الله ان یبنی علی القبر او یجصص"

(مسند احمد بن حنبل، ج ۶، ص ۲۹۹)

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ: رسول خدا نے قبر پر عمارت بنانے اور اس پر پلاسٹر کرنے سے منع کیا ہے۔

ان روایات کی سند میں ضعف ہے کیونکہ:

پہلی حدیث کی سند میں وہ لوگ شامل ہیں کہ جن کی علم رجال کی کتابوں میں مذمت کی گئی ہے جیسے وکیع، کے بارے میں ابن حجر نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ وکیع سے پانچ سو حدیثوں میں غلطی ہوئی ہے[1] ایک راوی حبیب بن ابی ثابت ہے، ان کے متعلق بھی ابن حجر نے ابو حیان سے نقل کیا ہے کہ وہ حدیث میں تدلیس کرتا تھا[2] پھر حدیث کی کتابوں میں ابو الہیاج سے اس حدیث کے علاوہ کوئی حدیث نقل نہیں ہوئی[3]۔

دوسری حدیث کی سند میں بھی مذموم افراد شامل ہیں جیسے ابن جریح، کہ جس کے بارے میں ذہبی کہتے ہیں کہ وہ حدیث میں تدلیس کرتا تھا[4] جیسے ابو الزبیر کہ جس کے بارے میں ذہبی نے ابوذرعہ اور ابو حاتم سے روایت کی ہے کہ اسکی بیان کردہ کسی بھی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا اور ایسے افراد سے حدیث نقل کرتا ہے کہ جو

---

1. تہذیب التہذیب، ج ۱۱، ص ۱۲۵
2. " " ج ۳ ص ۱۷۹
3. حاشیہ سیوطی بر سنن نسائی، ج ۴، ص ۸۹
4. تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۷۰

تدلیس کرتے تھے[1]

تیسری حدیث کی سند میں ابن لہیعہ موجود ہے کہ جس کے بارے میں ذہبی کہتے ہیں اس کی حدیث سے حجت نہیں قائم کی جا سکتی[2] ۔ اور ابن معین سے اس کے ضعیف ہونے کو نقل کیا ہے[3] ۔

ان احادیث کی سند کے ضعیف ہونے سے قطع نظر، باوجودیکہ صحاح ستہ میں مرقوم ہیں، ان کی دلالت بھی واضح نہیں ہے ۔

کیونکہ ابو الہیاج کی حدیث مشرکین کی قبروں سے متعلق ہے جیسا کہ اس قرینہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس حدیث میں قبروں کے ہموار کرنے کے ساتھ تصویروں اور مجسموں کے مٹانے کا تذکرہ ہے جبکہ مسلمانوں میں پیغمبرؐ کے زمانہ سے لیکر صحابہ، تابعین اور بعد کے زمانہ میں ان چیزوں کا رواج نہیں رہا ہے بلکہ مشرکین اپنے بعض مردوں کی قبروں پر ان کی تصویر و مجسمہ نصب کر دیتے تھے اور اس کے بعد ان کی پوجا کرنے لگتے تھے ۔ اس بنا پر مذکورہ حدیث ہماری بحث ہی سے خارج ہے اور پھر مسلمانوں نے قبر رسولؐ اور ابوبکر و عمر کی قبروں کو ہموار نہیں کیا تھا بلکہ انھیں تسنیم ہی (کوہان) کی صورت میں بناتے چلے آرہے ہیں

---

[1] تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۱۲۷

[2] " " " ص ۲۳۱

[3] میزان الاعتدال ج ۲، ص ۴۷۶

(تسنیم یعنی اونٹ کے کوہان کی طرح قبر بنانا)

عن سفیان بن تمار:

انہ رأی قبر النبی (ص) مسنما

(صحیح بخاری ج ۲، ص ۲۱۲)

سفیان بن تمار کہتے ہیں کہ: میں نے رسول کی قبر کو تسنیم کی صورت میں دیکھا ہے۔

عن ابی بکر بن حفص قال:

کان قبر النبی (ص) وابی بکر وعمر مسنمة وعلیها نقل

(طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۳۰۶)

ابن حفص کہتے ہیں کہ رسولؐ اور ابوبکر و عمر کی قبریں تسنیم کی صورت میں بنی ہوئی تھیں اور ان پر پتھر کی سلیں رکھی ہوئی تھیں۔

یہی وجہ ہے کہ بعض فقہا نے تسنیم کی صورت میں قبر بنانے کو مستحب قرار دیا ہے۔ (بیہقی ج ۴ ص ۴)

البتہ بعض فقہا نے قبر کے مسطح بنانے کو ترجیح دی ہے یہ الگ بحث ہے

بنابراین ابوالہیاج کی حدیث مسلمانوں کی قبروں کے بارے میں نہیں ہے اور اس کی دلالت ہرگز اس بات پر نہیں ہے کہ انبیاء اور اولیاء اللہ کی قبروں کی عمارت کو منہدم کیا جائے۔

رہی وہ حدیثیں جن میں قبروں پر عمارت بنانے اور انھیں پختہ بنانے

سے منع کیا گیا ہے ۔ وہ معمولی افراد کی قبر سے متعلق ہیں کیونکہ ان قبروں پر عمارت بنانا فضول ہے بلکہ ایک قسم کا اسراف ہے لیکن انبیاء اور اولیاء اللہ کی قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر عمارت بنانے میں اہم ترین فوائد ہیں ایک قسم کی شعائر اللہ کی تعظیم ہے اور ان سے محبت کا اظہار ہے ۔ مذکورہ حدیث کو عمومیت نہیں دی جا سکتی کیونکہ مسلمان عہد رسول سے آج تک اس کام کو انجام دیتے رہے ہیں، جیسا کہ ہم رسول و صحابہ کے زمانہ کے نمونوں کو بیان کر چکے ہیں اور اس کی واضح مثال خود رسول اکرم ص کی قبر مبارک ہے کہ جس پر دیوار و چھت موجود ہے ۔

اگر قبور کی تعمیر کی حرمت انبیاء اور اولیاء اللہ کی قبور کو بھی شامل ہوتی اور یہ اسلام کا مسلم مسئلہ ہوتا تو مسلمان ہرگز قبور پر عمارت نہ بناتے جبکہ وہ بناتے چلے آرہے ہیں ۔

٦

اولیاء اللہ پر گریہ کرنا اور ان کا مرثیہ پڑھنا

اولیاء اللہ کی محبت سے انسان کے وجود پر تعمیری اثرات مترتب ہوتے ہیں اور جو شخص تہ دل سے اولیاء اللہ سے محبت کرتا ہے، اور ایمان و تقویٰ اور اعمال صالح میں انھیں اپنا نمونہ سمجھتا ہے اور ان سے نزدیک ہونے کی کوشش کرتا ہے خصوصاً پیغمبر اسلام اور ان کے اہل بیت و اصحاب سے محبت' اس کے ایمان و تقوے اور اخلاقی فضائل کی آراستگی میں بنیادی کردار رکھتی ہے۔ اس کے بغیر ایمان میں استحکام ممکن نہیں ہے اور انسان راہ حق سے دور ہو جائے گا۔

جتنی محبت عمیق اور محکم ہو گی اسی کے مطابق اس کے نتائج و آثار بھی زیادہ ہوں گے۔ اہل بیتؑ سے گہری محبت کی علامتوں میں سے ایک آنکھوں سے جاری ہونے والے اشکِ شوق ہیں اور چونکہ محبت ایک باطنی چیز ہے وہ آنسوؤں کی لڑی سے مجسم ہوتی ہے اور آنسو ہی باطنی جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ پر آنسو بہانا نرم دلی، صفائے باطن اور لطافت روح کی علامت ہے۔ جب انسان کسی ولی خدا پر گریہ کرتا ہے اس وقت یہ ثبوت دیتا ہے کہ وہ اسے (ولی کو) دوست رکھتا ہے وہ طبیعی طور پر اسے خوش کرنے کی کوشش کرے گا اور اس میں شک نہیں ہے کہ اولیاء اللہ احکام خدا پر عمل کرنے سے راضی و مسرور ہوتے ہیں۔ اس بنا پر اولیاء اللہ پر گریہ کرنا انسان کے قلب سے شرک و نفاق کے زنگ کو چھڑائے گا اور ایمان و تقویٰ اور اعمال صالح انجام دینے کے لئے زمین ہموار کرے گا

درحقیقت کسی پر گریہ کرنا یا کسی کے ماتم میں بیٹھنا ایک عاطفی چیز ہے، جب کسی کا کوئی عزیز مرتا ہے تو بے تحاشہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں مرنے والا اس کے عزیزوں میں سے ہو یا اولیاء اللہ میں سے کوئی ولی ہو کہ یہ اس کے نزدیک عزیزوں سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

عہد رسول ص اور زمانہ صحابہ و تابعین میں مرنے والوں پر گریہ کرنے کا معمول تھا۔ چنانچہ رسول اسلام نے بھی اپنی والدہ اور فرزند پر گریہ کیا تھا اور اسی طرح اصحاب نے آنحضرت ص کی وفات پر آنسو بہائے تھے یا دوسرے افراد نے اپنے دوستوں کی موت پر غم منایا تھا اور ان کا مرثیہ پڑھا تھا اور یہ چیز تابعین اور ان کے بعد مسلمانوں میں بھی جاری رہی ہے۔

اب ہم اس سلسلے میں تاریخ و احادیث کی کتابوں سے کچھ نمونے پیش کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال زار النبی ص قبر امّہ فبکی و ابکی من حولہ

(صحیح مسلم، ج ۳، ص ۶۵)

وعن بریدۃ قال: زار النبی ص قبر امہ فی الف مقنع فلم یر باکیا اکثر من یومئذ (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۷۵)

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ: رسول خدا نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اور گریہ فرمایا اور دوسروں کو بھی رلایا۔

بریدہ نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ص نے ایک ہزار نقاب داروں کے ہمراہ اپنی والدہ کی زیارت کی۔ اس دن سے زیادہ رونے والے نہیں دیکھے گئے۔

۲۔ عن انس بن مالک فی حدیث یذکر فیہ موت ابراھیم ابن رسول اللہ (ص): قال رسول اللہ:

"ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون" (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۹)

انس بن مالک نے ایک حدیث میں، جو کہ پیغمبر اکرم کے فرزند کی موت کے سلسلے میں نقل کی ہے، بیان کیا ہے کہ پیغمبر نے فرمایا: آنکھیں روتی ہیں قلب محزون ہوتا ہے، اور ہم وہی بات کہتے ہیں جس سے خدا راضی ہوتا ہے اور اے ابراھیم ہم تمہارے فراق میں غمگین ہیں۔

۳۔ عن ابن عمر:

رجع النبی (ص) یوم احد فسمع نساء بنی عبد الاشھل یبکین علی ھلکاھن فقال: لکن حمزۃ لا بواکی لہ فجئن نساء الانصار یبکین علی

حمزة عنده''

(کنز العمال، ج ۱۵، ص ۶۱۸)

ابن عمر کہتے ہیں کہ جب پیغمبر اکرم روز احد مدینہ واپس تشریف لائے اور یہ سنا کہ قبیلۂ بنی اشہل کی عورتیں اپنے مرنے والوں پر گریہ کر رہی ہیں تو فرمایا: افسوس حمزہ پر کوئی گریہ کرنے والا نہیں ہے۔ انصار کی عورتیں آئیں اور آپؐ کے سامنے حمزہ پر گریہ کیا۔

۴- ''کانت فاطمة تزور قبر عمها کل جمعة فتصلی وتبکی عنده۔''

(مستدرک حاکم، ج ۱، ص ۳۳۷)

فاطمہؑ ہر جمعہ کو اپنے عم جناب حمزہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں اور وہاں نماز پڑھ کر گریہ فرماتی تھیں۔

۵- عن ابی ذؤیب الهذلی قال:

قدمت المدینة ولاهلها ضجیج بالبکاء کضجیج اهلوا جمیعًا بالاحرام فقلت: مه؟ قالوا: قبض رسول الله (ص)۔

(کنز العمال، ج ۱۵، ص ۲۶۵)

ابو ذؤیب هذلی کہتے ہیں: میں مدینہ میں داخل ہوا، دیکھا کہ لوگ اس طرح چیخ مار کر رو رہے ہیں جیسے حاجی احرام باندھتے وقت روتے

ہیں۔ میں نے معلوم کیا کہ لوگ کیوں رو رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا پیغمبر خدا کا انتقال ہوگیا ہے۔

۶۔ عن عروۃ قال:

قالت صفیۃ بنت عبد المطلب ترثی رسول اللہ (ص):

الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا — وکنت بنا براً ولم تک جافیا

وکان بنا براً رحیماً نبینا — لیبک علیہ الیوم من کان باکیا

الی ان قالت:

اری حسنا ایتمتہ وترکتہ — یبکی ویدعو جدہ الیوم نائیا

فدا لرسول اللہ امی وخالتی — وعمی ونفسی قصرہ وعیالیا

(مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۳۹)

اے رسول اللہ ہماری ساری خوشیاں آپؐ کے دم سے تھیں آپؐ نے ہمارے ساتھ نیکی ہی کی اور کوئی جفا نہ کی۔ ہمارے نبی ہم پر مہربان تھے۔ پس سارے رونے والوں کو ان پر گریہ کرنا چاہیئے ... میں حسن کو دیکھی رہی ہوں کہ انہیں یتیم کر کے چلے گئے ہیں جبکہ وہ رو رو کر اپنے جد کو پکار رہے ہیں۔ اے اللہ کے رسولؐ! میں، میرے ماں باپ، میرے ماموں، چچا، میرا خاندان اور میری جان آپ پر قربان۔

۷۔ عن المثنی بن سعید قال:

سمعت انس بن مالک یقول: مامن لیلۃ الا وانا اری

فیها حبیبی ثم یبکی.

(طبقات ابن سعد، ج ۷، ص ۲۰)

مثنیٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے سنا ہے کہ انہوں نے کہا: ایسی کوئی رات نہیں ہے کہ جس میں، میں اپنے حبیب (پیغمبر اکرم) کو خواب میں نہ دیکھتا ہوں، یہ کہہ کر رونے لگے۔

۸۔ عن زید بن اسلم قال:

"خرج عمر بن الخطاب لیلة یحرس فرأی مصباحاً فی بیت فدنا فاذا عجوز تطرق شعراً لها لتغزله. ای تنفشه بقدح - وهی تقول:

علی محمد صلاة الابرار | صلی علیک المصطفون الاخیار
قد کنت قواما بکی الاسحار | یا لیت شعری والمنایا اطوار

هل تجمعنی وحبیبی الدار

تعنی النبی (ص)، فجلس عمر یبکی فما زال یبکی حتی قرع الباب علیها فقالت: من هذا؟ قال: عمر بن الخطاب...

(کنز العمال، ج ۱۲، ص ۵۶۲)

زید ابن اسلم کہتے ہیں کہ ایک شب میں عمر بن خطاب نگہبانی کیلئے گھر سے باہر نکلے دیکھا ایک گھر میں چراغ روشن ہے، اس گھر کے

قریب گئے دیکھا ایک بڑھیا چرخہ کات رہی ہے اور اشعار پڑھ رہی ہے اور کہہ رہی ہے:-

اے محمد! نیک لوگوں کی آپ پر صلوات، برگزیدہ لوگ آپ پر درود بھیجتے ہیں۔ آپ راتوں کو بیدار اور سحر کے وقت گریہ فرماتے تھے۔

اے کاش مجھے معلوم ہوتا، میری آرزوئیں گوناگوں ہیں۔ اے میرے گھر کیا مجھے میرے حبیب کے ساتھ جمع کرے گا؟

اس بڑھیا کی مراد پیغمبرؐ اکرم تھے۔ عمر وہیں بیٹھ گئے اور رونے لگے اور روتے ہی رہے یہاں تک کہ عورت کے گھر کا دروازہ کھلا اور عورت نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا: عمر بن خطاب...

۹- عن عاصم بن محمد عن ابیہ قال:

"ما سمعت ابن عمر ذاکراً رسول اللہ ص، الّا ابتدرت عیناہ تبکیان۔

(طبقات ابن سعد، ج ۴، ص ۱۶۸)

عاصم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ ابن عمر جب بھی رسول خدا کو یاد کرتے تھے، گریہ کرتے تھے۔

۱۰- عن ابی عثمان قال:

"رأیت عمر لما جاء نعی النعمان وضع یدہ علی رأسہ وجعل یبکی

(کنز العمال، ج ۱۵، ص ۲۲۷)

ابو عثمان کہتے ہیں کہ جب عمر کو نعمان کے مرنے کی خبر دی گئی تو انہوں نے سر پر ہاتھ رکھا اور روئے۔

۱۱- ولما اتی اهل المدینه مقتل الحسین خرجت ابنة عقیل بن ابیطالب و معها نسائها و هی حاسرة تلوی بثوبها و تقول:

ماذا تقولون ان قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم

بعترتی و باهلی بعد مفتقدی منهم اساری و منهم ضرجوا بدم[1]

جب مدینہ والوں کو قتل امام حسین کی اطلاع ملی، تو عقیل ابن ابیطالب کی بیٹی باہر نکل آئی اور عورتیں بھی اس کے ساتھ تھیں جبکہ وہ غمگین اور اپنے لباس کو سمیٹے ہوئے تھی، اور کہہ رہی تھی:

کیا جواب دوگے اگر پیغمبرؐ نے تم سے یہ پوچھ لیا تم آخری امت تھے، میرے بعد میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ ان میں سے بعض کو قید اور بعض کو خون میں غلطاں کر دیا ہے۔

۱۲- عن علی بن اسماعیل التمیمی عن ابیه قال:

کنت عند ابی عبد الله جعفر بن محمد اذا استأذن آذنه السید فامره بایصاله واقعد حرمه

---

[1] تاریخ طبری، ج ۳، ص ۳۴۲

خلف ستر و دخل فسلّم وجلس فاستنشده فانشد قوله :

امرر على جدث الحسين فقل لاعظمه الزكية
يا اعظما لا زلت من وطفاء ساكبة روية...

قال : فرأيت دموع جعفر بن محمد تنحدر على خديه وارتفع الصراخ و البكاء من داره

(الاغانی ، ج ۷ ، ص ۲۶۰)

علی بن اسمٰعیل نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ (کہا) میں جعفر بن محمد کی خدمت میں موجود تھا کہ لوگوں نے سید (حمیری) کے لئے اجازت طلب کی ، داخل ہونے کی اجازت دی اور اپنے اہل و عیال کو پس پردہ بٹھایا اور حمیری آئے ، سلام کیا اور بیٹھ گئے ، جعفر بن محمد نے ان سے مرثیہ پڑھنے کی خواہش کی ۔ انہوں نے مذکورہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے :

حسینؑ کی تربت کے پاس گزرو اور ان کی پاک ہڈیوں سے کہو : اے ہڈیو تم ہمیشہ بارش سے بھرے ہوئے بادلوں سے سیراب رہو ۔

کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جعفر بن محمد کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور آپ کے گھر سے نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہوئیں ۔

ہمارے نقل کردہ ان نمونوں سے واضح ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ پر رونا اور

ان کا مرثیہ پڑھنا عہد پیغمبر اور اصحاب و تابعین کے بعد مسلمانوں کا معمول رہا ہے اور جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا: رسول اکرمؐ نے مرنے والوں پر آنسو بہانے کو رحمت و عاطفت کی علامت قرار دیا ہے کہ جس کو خدا نے اپنے بندوں کے دل میں رکھ دیا ہے۔

لیکن پیغمبر اکرمؐ کی وہ احایث جو کہ مرنے والوں پر گریہ کرنے سے منع کرتی ہیں اور یہ کہ گریہ کرنے سے مرنے والے کے عذاب میں اضافہ ہوتا ہے، ان کے بارے میں ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ راویوں سے پیغمبرؐ کی حدیث کو سمجھنے میں اشتباہ ہوا ہے، پیغمبرؐ نے کافروں کے مردوں پر گریہ کرنے سے منع کیا ہے۔ لہٰذا دوسری احادیث میں ان کے اشتباہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

عن ابن عباس قال: قال عمر: قال رسول اللهؐ:

"ان المیت یعذب ببعض بکاء اهله علیه. قال ابن عباس فلما مات عمر ذکرت ذلك لعائشة فقالت: رحم الله عمر والله ما حدث رسول الله ان الله لیعذب المؤمن ببکاء اهله علیه ولکن رسول الله قال: ان الله لیزید الکافر ببکاء اهله علیه۔"

(صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۲۳)

ابن عباس عمر بن خطاب سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر نے فرمایا: میت

پر اس کے خاندان کے بعض رونے والوں کے سبب عذاب ہوتا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں: جب عمر کا انتقال ہو گیا تو یہ بات میں نے عائشہ سے نقل کی، عائشہ نے کہا: خدا عمر پر رحم کرے، قسم خدا کی پیغمبرؐ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ خدا مومن پر اس کے خاندان والوں کے رونے سے عذاب کرتا ہے۔ بلکہ پیغمبرؐ نے یہ فرمایا تھا: خدا کافر کے عذاب میں اس کے خاندان کے رونے والوں کے سبب اضافہ فرماتا ہے

عن عمرة انها سمعت عايشة و ذكر لها ان عبدالله بن عمر يقول:

"ان الميت ليعذب ببكاء اهله عليه. قالت عايشة: يغفر الله لابی عبدالرحمان اما انه لم يكذب ولكن نسي او اخطأ انما مر رسول الله (ص)۔ على يهودية يبكى عليها فقال: انهم ليبكون عليها وانها لتعذب"۔

(سنن نسائی، ج ۴، ص ۱۷ اور اسی سے ملتی جلتی: موطأ مالک ص ۱۹۴)

عمرہ کہتی ہیں کہ میں نے عائشہ سے اس وقت سنا کہ جب ان سے یہ کہا گیا کہ ابن عمر کہتے ہیں کہ میت پر اس کے خاندان والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔ عائشہ نے کہا: خدا ابو عبدالرحمٰن پر رحم کرے وہ

جھوٹ نہیں کہتے لیکن وہ یا تو بھول گئے ہیں یا اشتباہ ہوا ہے۔ رسولؐ ایک یہودی عورت کے جنازہ کے پاس گزر رہے تھے جس پر لوگ گریہ کر رہے تھے۔ اس وقت آپ نے فرمایا یہ لوگ اس پر گریہ کر رہے ہیں جبکہ اس پر عذاب ہو رہا ہے۔

اس حدیث پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر پیغمبرؐ نے یہ فرمایا ہو گا کہ رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے تو بھی آپؐ کی مراد کافروں کے مردے ہیں۔ کیونکہ خود آنحضرتؐ اپنے عزیزوں کی میت پر روئے ہیں اور اسی طرح اصحاب و تابعین اور بعد والے مسلمان اپنے پیغمبرؐ یا اپنے عزیز دوستوں کی موت پر روئے ہیں۔ اس موضوع پر ہم گزشتہ صفحات میں احادیث نقل کر چکے ہیں۔

٧

اولیاء اللہ سے شفاعت طلب کرنا

خداوند عالم اپنے بندوں پر نہایت ہی رؤف و مہربان ہے ہر وقت ان پر لطف و رحمت کرتا رہتا ہے۔ خدا کی رحمت واسعہ اور اس کے لطف عام کا ایک مظہر وہ راستے ہیں جو کہ اس نے اپنے گنہگار بندوں کے لئے کھولے ہیں اور ان کیلئے جہنم کی آگ سے بچنے کا ذریعہ فراہم کیا ہے اور وہ راستے عبارت ہیں: توبہ و شفاعت سے گزشتہ گناہوں پر پشیمانی اور خدا کی طرف بازگشت کا نام توبہ ہے اور خدا کے صالح و نیک بندوں کی وساطت سے خدا کی بخششوں سے بہرہ مند ہونے کو شفاعت کہتے ہیں، خدا کے صالح بندے اس شخص کے گناہوں کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔

شفاعت وہ مقام و مرتبہ ہے جس پر خدا نے اپنے انبیاء و اولیاء میں سے بعض کو فائز کیا ہے اور انھیں۔ یہ امتیاز عطا کیا ہے کہ وہ اہل ایمان کے گناہگاروں

کی شفاعت کریں اور خدا سے ان کے گناہوں کی بخشش کی دعا کریں۔

البتہ شفاعت کے بھی کچھ شرائط و ضوابط ہیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت ہر ایک کو نصیب نہیں ہو سکتی اور دوسری طرف خدا کی اجازت کے بغیر ہر شخص کسی کی شفاعت نہیں کر سکتا۔ قیامت کے دن صرف وہ اشخاص شفاعت کریں گے جنھیں خدا کی طرف سے اجازت ملی ہوگی۔

پیغمبرؐ کے زمانے کے مشرکوں اور بت پرستوں کا عقیدہ تھا کہ جن بتوں کو وہ پوجتے ہیں وہ خدا سے ان کی شفاعت کریں گے۔ عبادت میں شرک کے علاوہ ان کا یہ دوسرا فکری انحراف تھا۔ قرآن مجید عبادت میں شرک کی بنا پر مشرکوں پر تنقید کرتا ہے اور چند جگہوں پر بتوں کی شفاعت والی فکر کو باطل قرار دیتا ہے درج ذیل آیت میں دونوں مفہوموں کو ایک جگہ بیان کرتا ہے۔

ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھٰؤلاء شفعاؤنا عند اللہ قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون

(یونس / ۱۸)

اور وہ خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع اور وہ کہتے ہیں کہ یہ خدا کے یہاں ہماری شفاعت کریں گی۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم خدا کو اس چیز کی خبر دے رہے ہو جس کا

علم اسے زمین و آسمان میں کہیں نہیں ہے خدا پاک و پاکیزہ اور ان کے شرک سے بلند و برتر ہے۔

قرآن مجید مشرکوں کے اس باطل نظریہ کے بارے میں۔ کہ وہ بتوں کو اپنا شفیع سمجھتے تھے۔ کہتا ہے کہ شفاعت خدا سے مختص ہے اور صرف وہ لوگ شفاعت کر سکتے ہیں جن کو خدا نے اجازت دی ہے واضح ہے کہ خدا بتوں کو شفاعت کی اجازت نہیں دے گا۔

"قل لله الشفاعة جميعا له ملك السموات والارض ثم اليه ترجعون"

(سورہ زمر / ۴۴)

کہہ دیجئے کل شفاعت خدا کے ہاتھ ہے زمین و آسمان کا سارا اقتدار اسی کے پاس ہے اور اس کے بعد تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤگے۔

"مامن شفيع الا من بعد اذنه"

(یونس / ۳)

اس کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے۔

یہ آیتیں جہاں مشرکوں کے بتوں کی شفاعت والے عقیدہ کو رد کرتی ہیں وہیں اس بات کو بھی ثابت کرتی ہیں کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہ اذنِ خدا سے شفاعت کریں گے۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی بہت سی حدیثوں میں ان لوگوں کا تعارف کرایا ہے جن کو خدا نے شفاعت کی اجازت دی ہے۔

عن النبی (ص) قال:

"شفاعتی لاهل الکبائر من امتی"

(سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۲۷۹)

پیغمبرؐ خدا کا ارشاد ہے: میری شفاعت میری امت کے گناہگاروں کے لئے ہے۔

عن النبی (ص) قال:

"یشفع یوم القیامة ثلاثة: الانبیاء ثم العلماء ثم الشهداء"

"رسولؐ خدا کا ارشاد ہے: قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے: انبیاء، اولیاء اور شہداء۔"

انبیاء، اولیاء اللہ، علماء اور شہداء کو شفاعت کا حق ہے خصوصاً شفاعت کے سلسلے میں پیغمبر اسلام مقام محمود پر فائز ہیں، خدا نے انھیں اس مرتبہ پر فائز کیا ہے۔ ہم ان سے شفاعت کی درخواست کر سکتے ہیں اور ان سے یہ خواہش کر سکتے ہیں کہ روز قیامت ہماری شفاعت کیجئے۔ یہ درخواست بالکل ایسی ہی ہے جیسے احکام کی تعلیم یا درخواست ہدایت ہے اور جیسا کہ پیغمبرؐ، ہادی، پاک کرنے والے اور معلم ہیں، شافع بھی ہیں اور ان سے ہدایت و تزکیہ تعلیم و شفاعت کا تقاضا کر سکتے ہیں۔

اولیاء اللہ سے شفاعت طلب کرنا خدا کی بارگاہ میں اعلیٰ درجہ کا تذلل و

خضوع ہے اور بندہ اپنے گناہوں کی خاطر خود کو لطف الٰہی کے لائق نہیں سمجھتا ہے لیکن خدا سے حسن ظن کی بنا پر اس کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا ہے اور ان لوگوں کو وسیلہ قرار دیتا ہے جنھیں خدا نے شفاعت کی اجازت دی ہے تاکہ خدا کی رحمت واسعہ اس کے بھی شامل حال ہو جائے۔

چنانچہ رسولؐ کے اصحاب ہمیشہ آنحضرتؐ سے شفاعت کی درخواست کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں قیامت میں فراموش نہ کیجئے گا، ہمیں اپنی شفاعت سے سرفراز کیجئے گا اور رسول اپنی مخصوص مہربانی کی بنا پر ان سے شفاعت کا وعدہ فرماتے تھے اب ہم آپ کے سامنے ان احادیث کے نمونے پیش کرتے ہیں جو کہ اصحاب کی رسول خدا سے شفاعت خواہی کے سلسلے میں احادیث کی کتابوں میں وارد ہوئی ہیں:

۱- عن عوف بن مالک فی حدیث طویل قال: قال رسول اللّٰہ: ص،

"خیرنی ربی بین: ان یدخل نصف امتی الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب، وبین الشفاعۃ. قلنا: یا رسول اللہ ما الذی اخترت؟ قال: اخترت الشفاعۃ قلنا جمیعا: یا رسول اللہ اجعلنا من اھل شفاعتک قال: ان شفاعتی لکل مسلم"

(مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۳۶۹)

عوف بن مالک کہتے ہیں: پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا، مجھے میرے خدا نے یہ اختیار دیا کہ میں یا اپنی امت کے لئے شفاعت قبول کروں یا اپنی